معاشرتی علوم

آٹھویں جماعت کے لیے



ناشر

پبلک آرٹ پریس پشاور

برائے

این - ڈبلیو - ایف - پی ٹیکسٹ بک بورڈ
پشاور

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد اشاعت
اپریل 1973ء	دوئم	12,000

منظور شدہ بطور سول ٹیکسٹ بک برائے مدارس
صوبہ سرحد -

بموجب سرکلر نمبر بیورو سی - ڈی/ایجوکیشن/65/1-54
مورخہ 19 مارچ 1968ء

مصنف : عبدالغفور چودھری
بی - اے آنرز (لندن) - ایم - اے ، ایم - ایس سی (علیگ)

نظرثانی : ڈاکٹر ایم - ڈی ملک
ایم - اے ، پی ایچ - ڈی (واشنگٹن)

طابع
مسلم پرنٹنگ پریس
لاہور

فہرست ابواب

بر صغیر کی تحریک آزادی

باب 1 ۔ سراج الدولہ 1

باب 2 ۔ حیدر علی اور سلطان ٹیپو 11

باب 3 ۔ جنگ آزادی 1857ء 25

باب 4 ۔ کانگریس اور مسلم لیگ 36

باب 5 ۔ قائد اعظم 54

باب 6 ۔ قیام پاکستان 76

باب 7 ۔ حکومت کا نیا دور 81

(ا) زرعی اصلاحات 82

(ب) باہر کے ملکوں سے تعلقات 95

تاریخ اسلام

باب 8 ۔ خاندان بنی عباس 108

(ا) خلیفہ ہارون الرشید 108

(ب) خلیفہ مامون الرشید 113

(ج) عباسی دور میں ترقی 119

(د) اسلام کا دنیا پر اثر 133

باب 9 ۔ پاکستان اور ہند کی جنگ 139

(ا) پاکستان و ہند کے تعلقات 139

(ب) پاکستانی فوج کے کارنامے 144

(ج) عوام اور جنگ 160

شہریت

باب 10 ۔ (ا) مرکزی حکومت کا انتظام 169

(ب) سپریم کورٹ 182

باب 11 ۔ حکومت کی آمدنی اور اخراجات 186

(ا) مرکزی حکومت 186

(ب) صوبائی حکومت 192

(ج) مقامی حکومت 195

باب 12 ۔ بنکاری 200

باب 13 ۔ بیمہ 209

باب 14 ۔ انجمن امداد باہمی 214

———

فہرست نقشہ جات

1 ۔ جنگ پلاسی 4

2 ۔ ہندوستان جنگ آزادی (1857ء) کے وقت 25

3 ۔ ہندوستان میں مسلم اکثریت کے صوبے 64

4 ۔ پاکستان تقسیم کے بعد 75

5 ۔ سلطنت عباسیہ 107

6 ۔ نقشہ دنیا جسے عباسی دور میں تیار کیا گیا 116

7 ۔ منصورہ کے شہر کا نقشہ 124

8 ۔ جنگ پاکستان و بھارت 1965ء 143

برِصغیر کی تحریکِ آزادی

باب 1

سراج الدولہ

مغلیہ سلطنت پر جب زوال آیا تو مختلف علاقوں کے صوبیدار آزاد ہوتے چلے گئے ۔ ان میں سے بنگال کا صوبیدار علی وردی خان بھی تھا ۔ وہ ایک دانش مند اور قابل حکمران تھا ۔ مغل بادشاہوں نے اگرچہ انگریزوں کو تجارتی رعایتیں دی ہوئی تھیں لیکن بنگال کے صوبیدار ان پر نگرانی رکھتے تھے ۔ علی وردی خان کے زمانے میں ایک مرتبہ انگریز کمپنی کے ایک افسر نے ایک ارمنی تاجر کو گرفتار کر لیا ، اس پر علی وردی خان نے ان کی تجارتی کوٹھیوں پر پہرے بٹھا دیے اور جب تک انگریزوں نے معافی نہیں مانگی ان کو تجارت کی دوبارہ اجازت نہ دی ۔ اس نے فرنگی تاجروں کو قلعہ بندیوں کی بھی اجازت نہیں دی تھی ۔

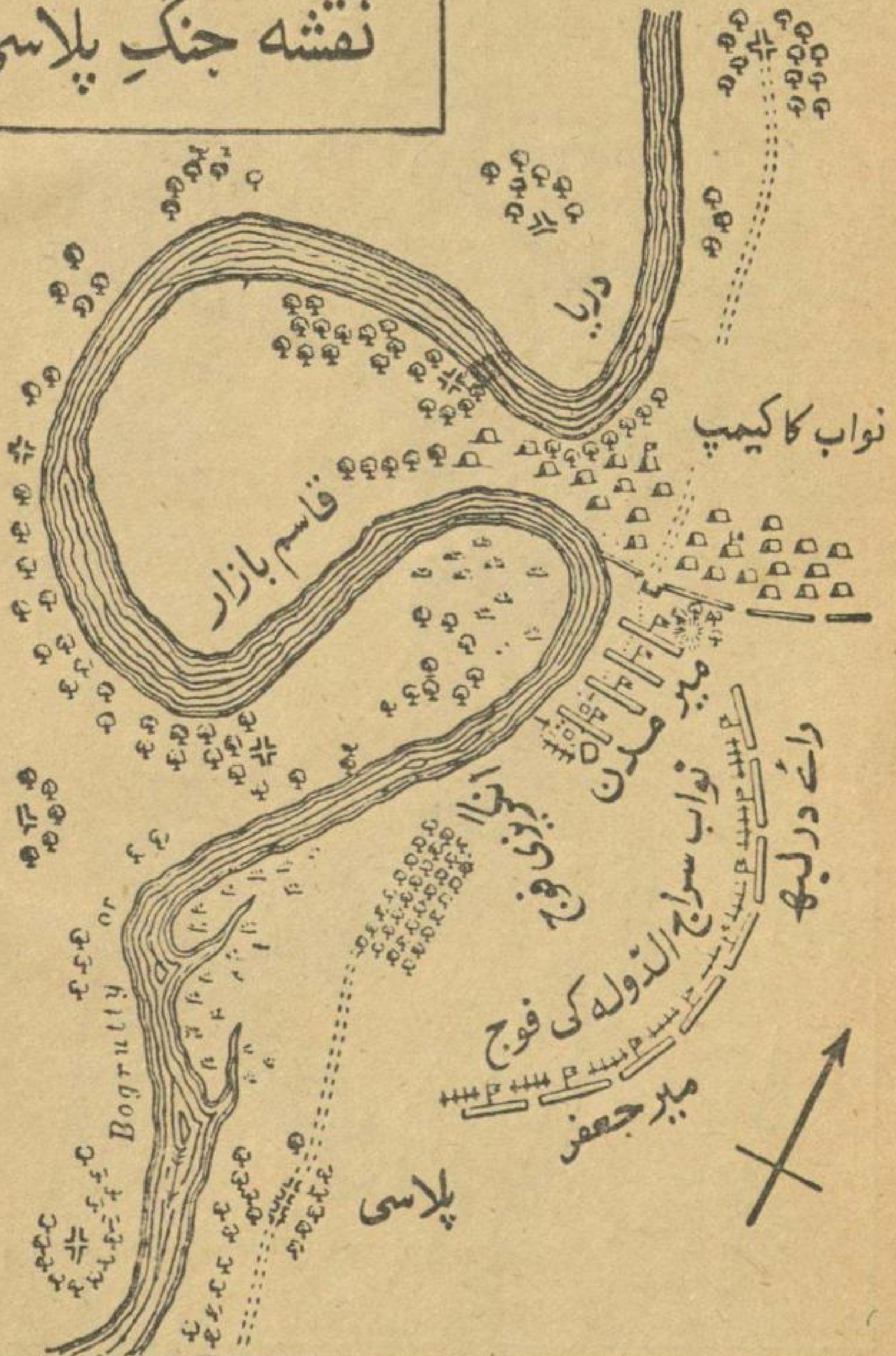
انگریزوں سے پہلی چپقلش علی وردی خان کے بعد اس کا نواسہ سراج الدولہ 1956ء میں بنگال کا نواب بنا ۔ اس زمانے میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان یورپ میں جنگ شروع ہو چکی تھی ۔ چنانچہ ان دونوں نے نواب کی اجازت کے بغیر یہاں بھی اپنے قلعوں کو مضبوط کرنا شروع

کر دیا۔ جب نواب نے ان کو قلعہ بندیوں سے روکا تو فرانسیسیوں نے تو نواب کے حکم کو تسلیم کر لیا مگر انگریزوں نے اپنی کاروائیاں جاری رکھیں، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے علی وردی خاں کے ایک اور نواسے شوکت جنگ کے ساتھ جو نوابی کا دعوے دار تھا، ساز باز شروع کر دی انگریزوں نے نواب کے ہندو امراء اور افسروں میں سے بھی بعض کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ بنگال کے مسلمان صوبیدار ہندوؤں کی ہمیشہ قدر افزائی کرتے رہے تھے۔ ان کے پاس صوبے کی بڑی بڑی زمینداریاں اور حکومت کے ذمہ دار عہدے تھے۔ وہ ہر محکمے پر چھائے ہوئے تھے اور کوئی کام ان کے مشوروں کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ دل سے اس حکومت کے خلاف رہے اور انگریزوں کے ساتھ مل کر اس کا تختہ اُلٹنے کی سازش کرتے رہے۔ جب سراج الدولہ نے انگریزوں کی نیت میں فتور دیکھا تو اس نے مجبور ہو کر اپنی فوج کے ساتھ انگریزوں کے تجارتی مرکز قاسم بازار کا رخ کیا۔

کلکتے پر قبضہ | قاسم بازار کوئی گولی چلائے بغیر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد جب سراج الدولہ کلکتے پر حملہ آور ہوا تو وہاں کا انگریز گورنر ڈریک شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جو انگریز باقی رہ گئے تھے انھوں نے ہتھیار ڈال دیے اور کلکتے پر نواب کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے قیدیوں کے ساتھ نرمی کا



نواب سراج الدّولہ


نقشہ جنگِ پلاسی
دریا
نواب کا کیمپ
قاسم بازار
میر مدن
انگریزی فوج
نواب سراج الدولہ کی فوج
راے درلبھ
میر جعفر
پلاسی
Bogrutty

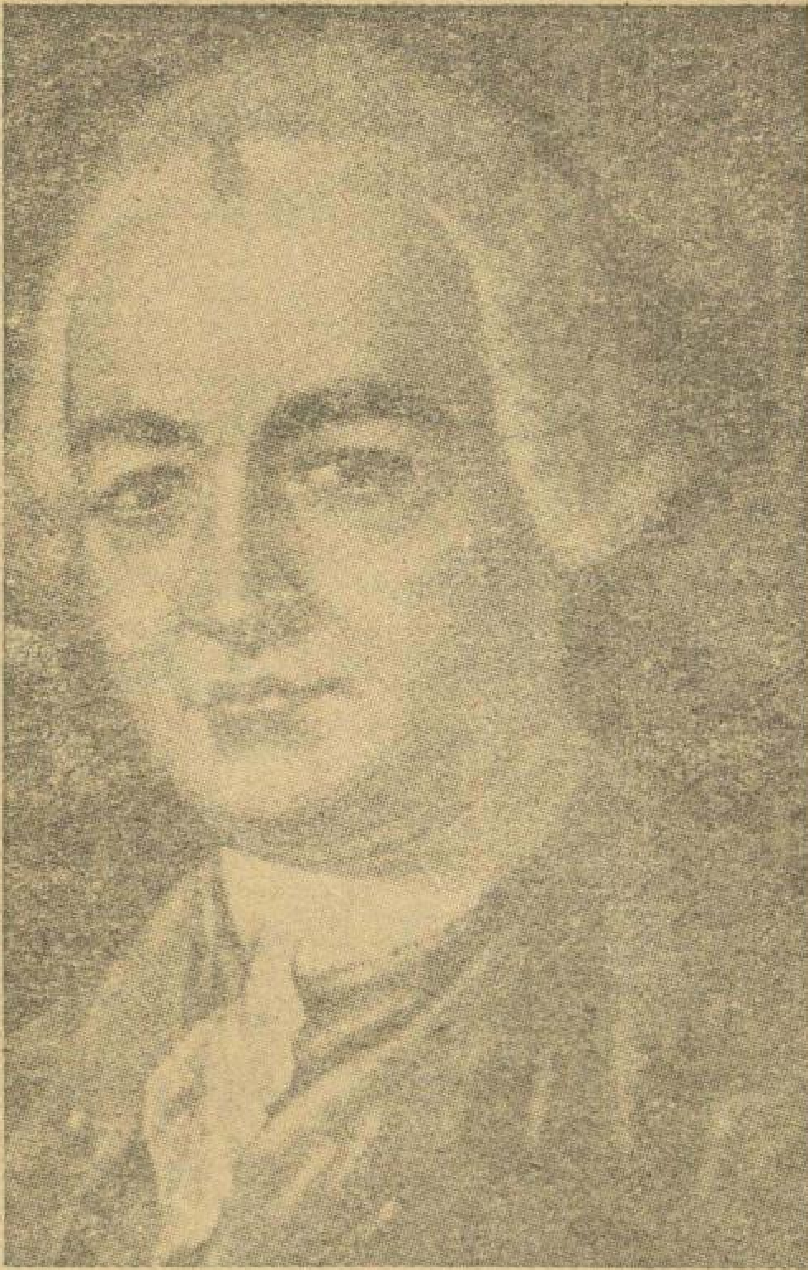
برتاؤ کیا ، کلکتے کا نام بدل کر ”علی نگر“ رکھا اور شہر کو اپنے ایک ہندو افسر مالک چند کی نگرانی میں چھوڑ کر واپس چلا گیا ۔

انگریزوں کی اس حالت زار کی خبر جب مدراس میں پہنچی تو انگریز سپہ سالار کلائیو مدراس سے کلکتے پہنچا ۔ کلائیو کی آمد کا سنتے ہی مانک چند بہانے بنا کر کلکتہ چھوڑ گیا ۔ اس طرح کلکتے اور ہگلی پر کلائیو نے آسانی سے قبضہ کر لیا ۔ انگریزوں نے سات روز تک کلکتے میں لوٹ مار کا بازار گرم رکھا ۔ سراج الدولہ ایک مرتبہ پھر فوج لے کر نکلا اور کلکتہ کے قریب اپنا کیمپ لگایا ۔ اس وقت انگریز نواب کے ساتھ ٹکر لینے کے لیے تیار نہ تھے ۔ اس لیے انھوں نے وقت ٹالنے کے لیے صلح کی بات چیت شروع کر دی لیکن اس کے کے خلاف ایک زبردست سازش کا جال بچھانا شروع کر دیا ۔ نواب اس موقعے پر صلح کے لیے تیار نہیں تھا مگر ہندو افسروں نے اُسے یہ کہہ کر پریشان کر دیا کہ افغانستان کا بادشاہ احمد شاہ ابدالی ، بنگال پر حملہ کر والا ہے ۔ اس پر نواب نے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لی ۔

پلاسی کی جنگ 1757ء لیکن انگریزوں نے تھوڑے عرصے کے بعد ہی اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور جب نواب نے اس پر احتجاج کیا تو انھوں نے نواب کے ہندو

امراء کے ساتھ مل کر اس کے سپہ سالار میر جعفر کو نواب بنانے کا فیصلہ کر کے اس کے ساتھ ساز باز شروع کر دی۔ میر جعفر نے انگریزوں کو بے شمار رعایتیں، انعام و اکرام کے علاوہ چند علاقے بھی دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد کلائیو اپنی فوج لے کر نواب کے صدر مقام مرشد آباد کی طرف بڑھا اور 1757ء میں دونوں فوجوں کا مقابلہ پلاسی کے میدان میں ہوا۔

نواب کی فوج میں میر جعفر، رائے درلبھ اور دوسرے غداروں کے ماتحت فوج کے بڑے بڑے دستے تھے، انھوں نے جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ جب فوجیں میدان میں صف آرا ہوئیں تو کلائیو دشمن کی تعداد دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس پر نواب کے ایک ہندو افسر نے اسے تسلی دی اور کہا ذرا صبر کرو تو اس بڑی فوج کی حقیقت ابھی کھل جائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میر جعفر کی طرف سے حوصلہ افزا پیغام ملا تو کلائیو کی جان میں جان آئی۔ لڑائی شروع ہوئی تو نواب کے ایک سالار میر مدن نے اس جواں مردی سے حملہ کیا کہ کلائیو کو آموں کے ایک باغ میں پناہ لینا پڑی لیکن بد قسمتی سے عین اس موقع پر گولی لگنے سے میر مدن کا کام تمام ہو گیا۔ اس موقع پر نواب نے میر جعفر سے مشورہ کیا تو اس نے رائے دی کہ اس وقت جنگ بند کر دی جائے، کل ہم زیادہ تیاری سے لڑیں گے۔ اس کے ساتھ ہی دو



لارڈ کلائیو

سالاروں کو جو اس وقت بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے واپس بلا لیا۔ میر جعفر یہ تمام خبریں کلائیو کو پہنچا رہا تھا۔ نواب کی فوج واپس ہوئی تو کلائیو نے حملہ کر کے اسے تتر بتر کر دیا۔ نواب راستے میں قتل ہو گیا اور اس کی جگہ میر جعفر کو نواب بنا دیا گیا۔

میر جعفر | نواب بن کر میر جعفر نے خزانے کا منہ کھول دیا اور اپنے انگریز حمایتیوں کو جی بھر کر انعام دیا۔ صرف کلائیو نے دو لاکھ چونتیس ہزار پونڈ وصول کیے۔ انگریزوں کی کونسل کے ممبروں کو بھی بھاری رقمیں دی گئیں۔ کپتان سے نچلے درجے کے ہر افسر کو تین تین ہزار پونڈ ملے اور کلائیو کو رشوت کے طور پر چوبیس پرگنے کا علاقہ جاگیر میں دے دیا۔

میر جعفر نے حکومت تو حاصل کر لی، لیکن آج تک اس کو غدار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ہمیشہ کیا جاتا رہے گا۔ بنگال کے لوگ اسے ''کلائیو کا گدھا'' کہتے ہیں اور صبح صبح اس کا نام نہیں لیتے۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی اپنے ایک شعر میں اسے ''ننگ ملت''، ننگ دین، ننگ وطن'' کے نام سے خطاب کیا ہے۔

میر جعفر نہایت نا اہل اور نالائق حکمران تھا۔ وہ انگریزوں کو رشوتیں اور تحفے تحائف دیتا رہتا تھا مگر

اس طرح کب تک کام چلتا ۔ آخر کار اس کا خزانہ خالی ہو گیا ۔ اس کی حکومت کا زمانہ بنگال کے لیے تباہی اور بربادی کا پیغام لے کر آیا ۔ جب میر جعفر انگریزوں کو زیادہ روپیہ نہ دے سکا ، تو انھوں نے 1760ء میں اس کو گدی سے اتار کر اس کے داماد میر قاسم کو نواب بنا دیا ۔ نئے نواب نے ایک بہت بڑے علاقے کی زمینداری ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کی اور کمپنی کے ممبروں کو 9 لاکھ کی رقم نذرانے کے طور پیش کی ۔

میر قاسم | میر قاسم بڑا قابل اور بیدار مغز حاکم تھا ۔ اس نے ملک کی حالت بہتر بنانے کی کوشش کی لیکن کمپنی کے کارندے ملک کو بری طرح لوٹ کھسوٹ رہے تھے ۔ ایک انگریز کہتا ہے کہ ''وہ تاجروں کے بھیس میں ہندوستانیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے ۔'' جب میر قاسم نے ان پر پابندیاں لگائیں تو وہ اس کے خلاف ہو گئے اور آخر کار اسے الگ کر کے میر جعفر کو دوبارہ نواب بنا دیا ۔ 1764ء میں میر قاسم نے بڑی دلیری سے انگریزوں سے بکسر کے مقام پر جنگ کی لیکن ناکام رہا ۔ اس کے بعد کمپنی کو لوٹ کھسوٹ کا کھلا موقع مل گیا ۔ کمپنی کی ان زیادتیوں کا رعایا کی حالت پر بہت برا اثر پڑا اور جب 1770ء میں قحط پڑا تو وہاں کی ایک تہائی آبادی اس کی نذر ہو گئی ۔

سوالات

۱ ۔ انگریزوں نے سراج الدولہ کے خلاف سازشوں کا جال کیسے بچھایا ؟

۲ ۔ سراج الدولہ کو پلاسی کی جنگ میں کیوں شکست ہوئی ؟

۳ ۔ پلاسی کی جنگ کا حال مختصر طور پر اپنے الفاظ میں بیان کرو ۔

عملی کام

تاریخی اٹلس یا کسی تاریخ کی کتاب میں پلاسی کی جنگ کا نقشہ تلاش کرو ، پھر یہی نقشہ بڑے سائز کے کاغذ یا زمین پر بناؤ ۔

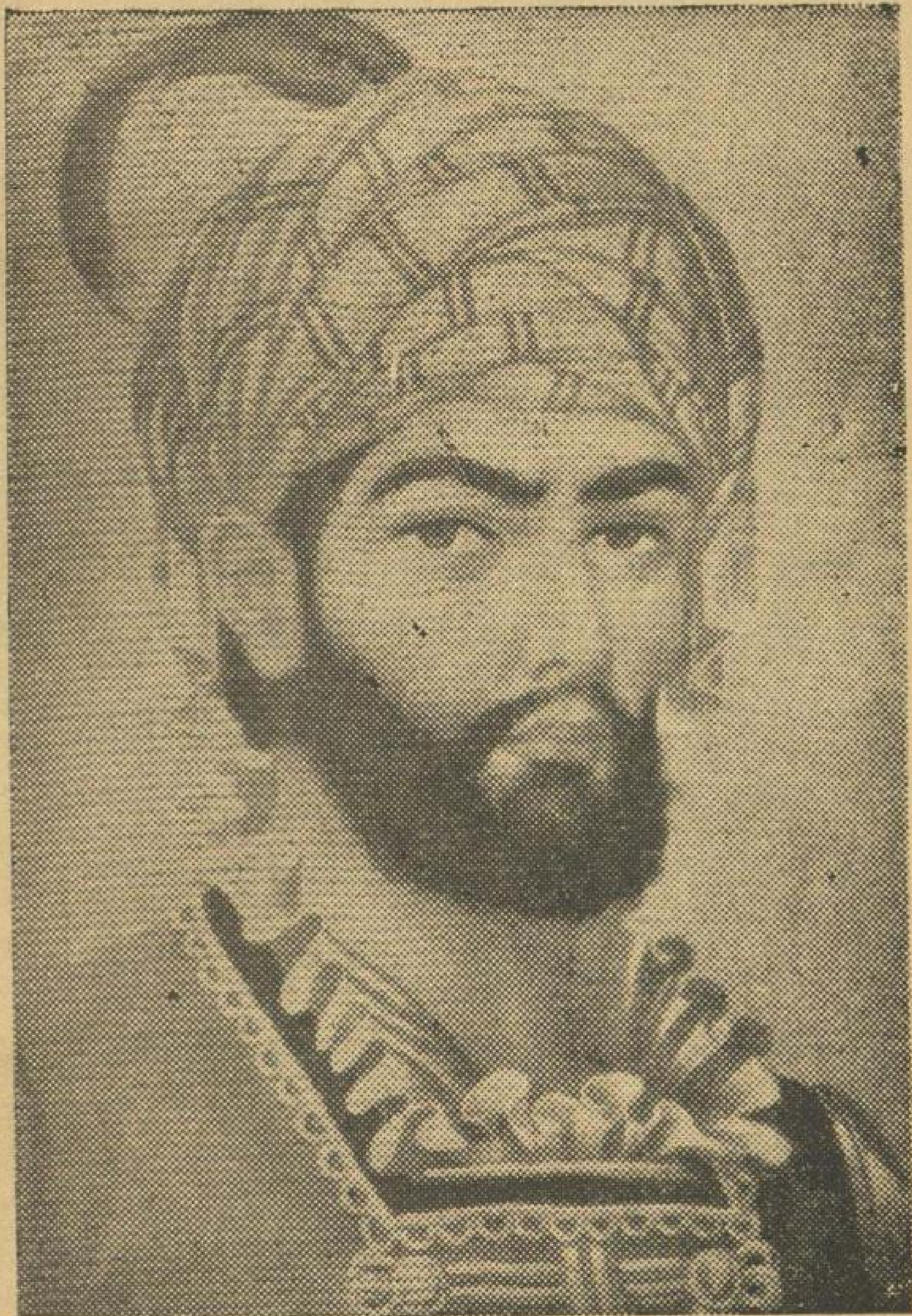
باب 2

حیدر علی

1763ء———————1782ء

حیدر علی کے آبا واجداد ترک وطن کر کے تلاش معاش میں میسور پہنچے۔ حیدر علی وہیں پلا اور بڑھا۔ شروع میں وہ ایک علاقے کا فوجدار مقرر ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں قابلیت کی وجہ سے میسور کی فوج کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ ان دنوں میسور کے وزیر انندراج کا اقتدار بڑھتا جا رہا تھا۔ راجہ نے اس کے خلاف حیدر علی سے امداد مانگی انند راج کو وزارت سے الگ کر کے حکومت کے معاملات حیدر علی کے سپرد کر دیے گئے۔

ریاست کا انتظام حیدر علی نے ریاست کے انتظام اور مالی حالات کو بہتر بنایا۔ جب انتظام حکومت درست ہو گیا تو اس نے فرنگیوں کے نمونے پر ایک عمدہ فوج تیار کی اور مالابار وغیرہ کے علاقے فتح کر کے ایک معمولی ریاست کو ایک زبردست سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت نے انگریزوں، مرہٹوں اور نظام پر خوف و ہراس طاری کر دیا۔ اس پر ان تینوں نے حیدر علی کے خلاف اتحاد کر لیا۔



حیدرعلی

میسور کی پہلی جنگ | حیدر علی نے اپنے ان دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں بڑی دور اندیشی اور دلیری کا ثبوت دیا۔ مرہٹے روپے کے لالچی تھے۔ انھیں بھاری رشوت دے کر توڑ لیا۔ نظام کو یہ لالچ دیا کہ اگر کرناٹک فتح ہو گیا تو وہ اسے نظام کے حوالے کر دے گا۔ انگریز اکیلے رہ گئے۔ انگریزی فوج مغربی ساحل پر منگلور کی بندر گاہ پر قابض تھی۔ حیدر علی کے بیٹے ٹیپو سلطان نے اس بندر گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد حیدر علی خود بھی وہاں پہنچ گیا۔ فوج کم تھی، سازوسامان بھی زیادہ نہ تھا، اس لیے لکڑی کی نقلی بندوقیں بنوا کر سپاہیوں کے ہاتھوں میں دے دی گئیں۔ اس طرح حیدر علی آٹھ ہزار کی فوج بنا کر جو نکلا تو انگریز بدحواس ہو گئے اور منگلور چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اب مدراس کی انگریزی حکومت نے حیدر علی سے صلح کی درخواست کی لیکن حیدر علی کے حوصلے بلند تھے۔ اس نے کہلا بھیجا کہ اس درخواست کا جواب میں خود مدراس پہنچ کر دوں گا۔ ایک سو میل کا سفر ساڑھے تین دن میں طے کرکے حیدر علی اچانک مدراس جا پہنچا۔ یہ دیکھ کر انگریزوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور انھوں نے دب کر حیدر علی سے صلح کر لی۔ اس عہد نامے کے مطابق دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے فتح کیے ہوئے علاقے واپس کر دیے تاہم حیدر علی نے انگریزوں سے بھاری تاوان جنگ وصول کیا۔

اس شکست سے کمپنی کی ساکھ بہت گر گئی ۔ ولایت میں لوگوں نے اس کے حصے خریدنے بند کر دیے اور ان کی قیمتوں میں ساٹھ فی صد کی کمی ہو گئی ۔

انگریزوں کی عہد شکنی مدراس کے عہد نامے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر انگریز یا حیدر علی پر کوئی دشمن حملہ کرے گا تو وہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے ۔ اس عہد نامے کے بعد مرہٹوں نے میسور پر حملہ کر دیا ۔ حیدر علی نے انگریزوں سے مدد مانگی تو انھوں نے صاف انکار کر دیا ۔ چنانچہ حیدر علی کو مجبور ہو کر اپنے بعض زرخیز علاقے مرہٹوں کو دے کر صلح کرنی پڑی ۔ حیدر علی نے انگریزوں کی اس عہد شکنی کو کبھی معاف نہیں کیا ۔ اس دوران انگریزوں کی مرہٹوں سے جنگ شروع ہو گئی ۔ مرہٹہ سرداروں میں صرف نانا فرنویس ہی ایسا ہوا ہے جس کو ملکی آزادی کا احساس تھا ۔ اس نے حیدر علی سے اتحاد کر لیا اور میسور کے جو علاقے مرہٹوں نے لیے تھے ان کو واپس دے دیے ۔ اب حیدر علی انگریزوں سے ان کی عہد شکنی کا بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگا ۔ اس پر مدراس کی حکومت نے اپنے وکیل کو بھیج کر اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر حیدر علی نے ان کی سب تجویزوں کو ٹھکرا دیا ۔ اس زمانے میں نظام کو بھی انگریزوں سے شکایت پیدا ہو گئی تھی ، حیدر علی نے اسے بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک بڑی فوج لے کر کرناٹک پر حملہ آور ہوا ۔

میسور کی دوسری جنگ! انگریزوں نے پھر پرانی چالیں اختیار کیں۔ پہلے تو نظام کو حیدر علی سے توڑا۔ پھر اڑیسہ کے مرہٹہ سرداروں کو رشوت دے کر ساتھ ملایا۔ اس کے بعد انھوں نے حیدر علی کے خلاف دو زبردست فوجیں بھیجیں جن کے سپہ سالار بڑے تجربہ کار جرنیل تھے۔ حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کو ہدایت کی کہ دونوں فوجیں آپس میں ملنے نہ پائیں۔ ٹیپو سلطان نے اس انگریزی فوج پر جو تنجور میں تھی زبردست حملہ کیا اور کرنل بریتھ ویت کو شکست دے کر تنجور کا قلعہ فتح کر لیا۔ اسی طرح اس نے منگلور کے قلعے پر حملہ کر کے پوری انگریزی فوج کو قید کر لیا۔ اس جنگ میں ایک انگریز سالار بھی گرفتار ہوا اور حیدر علی منگلور پر قابض ہو گیا۔

اس جنگ میں انگریزوں کے دو بڑے سالار کرنل بیلی اور منرو فوجوں کی کمان کر رہے تھے۔ کرنل بیلی کی فوج کو شکست فاش ہوئی اور اس کا ایک حصہ بالکل تباہ ہو گیا۔ دو ہزار فوجی اور افسر بھی گرفتار ہوئے۔ دوسری فوج جو کرنل منرو کے ماتحت تھی، شکست کھا کر ایسی بد حواسی میں بھاگی کہ منرو کو اپنی توپیں دریا میں پھینکنا پڑیں اور اس نے خود بڑی مشکل سے جان بچائی۔ حیدر علی بھی انگریزی فوج کو شکستوں پر شکستیں دے رہا تھا۔ ادھر فرانسیسی بیڑے نے انگریزوں پر سمندر

میں حملہ کر دیا اور مدراس کی بندرگاہ پر ایسی کڑی نگرانی کی کہ وہاں جہازوں کے ذریعے رسد بھی نہ پہنچائی جا سکی، جس سے شہر میں قحط پڑ گیا۔ حیدر علی ارکاٹ پہنچنے ہی والا تھا کہ بیمار ہو کر تھوڑے عرصے بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اگر حیدر علی کو چند سال اور زندہ رہنے کی مہلت ملتی تو شاید ہندوستان کی قسمت کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔

اس زمانے میں مرہٹوں کا قابل سیاستدان نانا فرنویس زندہ تھا۔ حیدر علی کی بے وقت موت کی خبر سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے محسوس کر لیا کہ اب انگریزوں کا مقابلہ آسان نہیں۔ اس لیے اس نے مایوس ہو کر ان کے ساتھ سلبئی کے مقام پر ایک عہد نامہ کر لیا۔

سیرت حیدر علی نڈر سپاہی، عمدہ شہسوار اور فنون جنگ کا ماہر تھا۔ اس زمانے میں پورے برصغیر میں اس کے مقابلے کا کوئی سالار نہ تھا۔ اس نے اپنی فوج میں یورپ والوں کے طریق جنگ کو رواج دیا۔ اپنی سلطنت کی حفاظت کے لیے ایک بحری بیڑا بنایا۔ اگرچہ اس نے کوئی خاص تعلیم نہیں پائی تھی لیکن قدرت نے اس کو حیرت انگیز حافظہ عطا کر رکھا تھا۔ وہ سال کے کاغذات کی جانچ پڑتال محض اپنی یادداشت کی بناء پر کر لیتا تھا۔ اس نے ریاست میسور کی سرحدوں کو بہت وسیع کیا اور جب وہ فوت

ہوا تو اس وقت اس کی سلطنت کا رقبہ اسّی ہزار مربع میل تھا اور اس کی آمدنی دو کروڑ روپے سالانہ تھی۔

سوالات

۱ - نیچے دیے ہوئے شہر نقشے پر دکھاؤ:
میسور، کرناٹک، مدراس، منگلور۔

۲ - حیدر علی نے میسور کی پہلی جنگ میں کیسے کامیابی حاصل کی؟

۳ - اس نے انگریزوں کو میسور کی دوسری جنگ میں کیسے شکستیں دیں؟

۴ - حیدر علی کا انتظام سلطنت کیسا تھا؟

عملی کام

۱ - جنوبی ہندوستان یا دکن کا نقشہ بناؤ اور اس میں حیدر علی کی حدود سلطنت ظاہر کرو۔

سلطان ٹیپو

1782ء تا 1799ء

حیدر علی کے بعد اس کا جواں ہمت اور بہادر بیٹا ٹیپو ، سلطنت میسور کے تخت پر بیٹھا ۔ ٹیپو میسور کی دوسری جنگ میں اپنی تلوار کے جوہر دکھا چکا تھا ۔ اس نے کرنل بیلی کی فوج کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا تھا ۔ اسی طرح منگلور کی فتح میں بھی اس کا بڑا حصہ تھا ۔

حیدر علی کی وفات کے وقت میسور کی دوسری جنگ جاری تھی ۔ ٹیپو نے اسے دو سال تک بڑی ہمت اور حوصلے سے جاری رکھا اور بعض لڑائیوں میں انگریزوں کو سخت نقصان پہنچایا ۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے انگریزوں سے عزت و آبرو کے ساتھ صلح کر لی ۔ اس معاہدے کی رو سے فریقین نے ایک دوسرے کے جنگی قیدیوں کو رہا اور فتح کیے ہوئے علاقے واپس کر دیے ۔ چونکہ انگریزوں کو یہ صلح مجبور ہو کر کرنا پڑی تھی اس لیے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز اس معاہدے کو اپنی قوم کے لیے بدنامی کا باعث سمجھتا تھا ۔

سلطان کے وسائل : سلطان ایک آزاد حکمران تھا ۔ اس کی سلطنت بہت وسیع تھی ۔ اس کے پاس مغربی ساحل پر بڑی



ٹیپو سلطان

اچھی بندر گاہیں تھیں ۔ ان پر فرانسیسیوں کے جہاز آتے جاتے تھے ۔ ہندوستانی حکمرانوں میں سلطان ٹیپو ہی ایسا بادشاہ تھا جس کے باہر کے ملکوں سے اچھے تعلقات تھے ۔ دوسرے حکمران نہ تو اتنے دور اندیش تھے ، نہ انھیں یہ آسانیاں میسر تھیں ۔ اسی لیے انگریز سلطان ٹیپو کو اپنا سب سے زیادہ خطرناک حریف خیال کرتے تھے ۔ وہ اکیلے سلطان کو شکست نہیں دے سکتے تھے لیکن ہندوستانیوں کے باہمی نفاق نے انھیں اس کا موقع مہیا کر دیا ۔

جب کارنوالس گورنر جنرل بن کر آیا ، تو اس نے سب سے پہلے مرہٹوں اور نظام سے ساز باز شروع کی اور وعدہ کیا کہ اگر وہ ان کی امداد کریں گے ، تو انھیں مفتوحہ علاقوں کی تقسیم میں حصہ دیا جائے گا ۔ ویسے انگریزوں نے دوسری جنگ میسور کے بعد سلطان ٹیپو سے دوستی کا معاہدہ کیا ہوا تھا ، لیکن ہندوستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ انگریزوں نے ہمیشہ ضرورت کے وقت معاہدے کر لیے لیکن جب موقع ملا ان کی دھجیاں اڑا دیں ۔

میسور کی تیسری جنگ | اس زمانے میں کوچین کا علاقہ ریاست میسور میں شامل تھا ، ٹراونکور کے راجہ نے وہاں ہالینڈ کے تاجروں سے دو قلعے خرید کر ان پر توپیں چڑھا لیں اور سلطان کے باغیوں کو پناہ دی ۔ جب سلطان نے اس سے باز پرس کی ، تو انگریزوں نے اس کی حمایت میں جنگ کا

اعلان کر دیا ۔ ان کا گورنر میڈوز فوج لے کر بڑھا لیکن سلطان نے اسے شکست دی ۔ اس پر کارنوالس نے فوج کی کمان اپنے ہاتھوں میں لی ۔ سلطان سرنگا پٹم کے قلعے میں محصور ہو گیا ۔ کارنوالس کو کامیابی کی کوئی شکل نظر نہ آئی ۔ ادھر رسد کی بھی کمی ہو رہی تھی اس لیے اسے محاصرہ چھوڑ کر واپس آنا پڑا ۔ اس نازک موقعے پر نظام اور مرہٹے دونوں انگریزوں کی مدد کو پہنچ گئے اور سرنگا پٹم کا دوبارہ محاصرہ کر لیا گیا ۔ سلطان ایک سال تک دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا لیکن اس کے دشمنوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس کے لیے تنہا ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا ۔ آخر کار سلطان کو مجبور ہو کر صلح کرنا پڑی ۔ اس معاہدے کی رو سے سلطان کو تین کروڑ روپیہ تاوان جنگ ادا کرنا پڑا اور اس کی آدھی سلطنت کو تینوں حملہ آوروں نے آپس میں بانٹ لیا ۔

دوسرے ملکوں سے معاہدے | اس جنگ کے بعد سلطان کو کسی ہندوستانی حکمرانوں پر بھروسا نہ رہا ۔ اس کو یقین تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ہندوستان کو انگریزوں کے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا ۔ اس لیے اس نے بیرونی امداد کے لیے کوشش کی ۔ میسور کی تیسری جنگ کے دوران بھی اس نے اپنے سفیر قسطنطنیہ اور پیرس بھیجے مگر ترکی اور فرانس دونوں اس زمانے میں اپنے اپنے مسائل میں الجھے ہوئے تھے اس لیے وہ سلطان کی کوئی مدد نہ کر سکے ۔ اس نے اپنے سفیر

دھلی اور کابل بھی بھیجے۔ شاہ زمان والئی کابل نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا اور وہ اپنی فوج لے کر پنجاب میں پہنچ بھی گیا لیکن اس کی غیر حاضری میں اس کے بھائی نے بغاوت کر دی، جس کی وجہ سے اسے جلد واپس جانا پڑا۔ اس زمانے میں نپولین مصر میں مصروف جنگ تھا۔ سلطان نے اسے بھی مدد کے لیے لکھا لیکن اسے مصر چھوڑ کر واپس جانا پڑا اور سلطان کو اس سے کوئی مدد نہ مل سکی۔

میسور کی چوتھی جنگ اب ولزلی گورنر جنرل بن کر آ گیا تھا۔ اس نے سلطان کی یہ کوششیں دیکھیں تو ایک بار پھر نظام اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر میسور کی چوتھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے سلطان پر یہ الزام لگایا کہ اس نے انگریزوں کے خلاف فرانس اور شاہ زمان کے ساتھ خط و کتابت کی ہے، اور زور دیا کہ وہ ایک انگریز افسر کو اپنے دربار میں رکھے۔ سلطان خود مختار حکمران تھا، اس نے بے جا مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر انگریزوں نے 1799ء میں اعلان جنگ کر کے میسور پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ سلطان نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا مگر سراج الدولہ کی طرح اس کے ہاں بھی غداروں کی کمی نہ تھی۔ ان کا سرغنہ میر صادق سلطان کا وزیر مال تھا۔ سلطان کو شکست ہوئی اور وہ سرنگا پٹم کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ محاصرے نے بہت طول کھینچا۔ آخر غداروں نے

دشمن کو فصیل کی کمزور جگہوں کا پتہ بتا دیا ۔ اس طرح انگریزوں کو فتح ہوئی اور سلطان بہادری سے لڑتا ہوا شہید ہوا ۔

سلطان اکثر کہا کرتا تھا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے بہتر ہے''۔ اس نے اپنے عمل سے اس قول کو سچا کر دکھایا ۔ جس وقت انگریز سپہ سالار ہیرس نے جان نثاروں کے ڈھیر میں سلطان کی نعش کو پہچانا تو خوشی کا نعرہ مار کر کہنے لگا :- ''آج سے ہندوستان ہمارا ہے ۔'' گویا اس کے جیتے جی انگریزوں کو امید نہ تھی کہ وہ اس ملک میں اپنی سلطنت قائم کر سکیں گے ۔ اس کی شہادت پر خوشی کے شادیانے بجائے گئے ، گرجاؤں میں شکرانے کی دعائیں مانگی گئیں ، ولزلی کو مارکوئیس کا خطاب دیا گیا اور جنرل ہیرس کو لارڈ بنا دیا گیا ۔

سیرت | سلطان نے عربی فارسی اور دوسرے علوم کی بہت اچھی تعلیم پائی تھی ۔ وہ بڑا علم دوست ، رعایا پرور اور فیاض تھا ۔ اس نے رعایا کے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی ۔ وہ کاشت کاروں کے مفاد کا خاص خیال رکھتا تھا اور اپنے والد کی طرح ہندوؤں سے فراخدلی کا سلوک کرتا تھا ۔ سلطان نے کئی مندروں کو اپنی طرف سے جاگیریں بھی عطا کیں ۔ سلطان بہت شجاع اور بہادر تھا ۔ اسے شیر کے شکار سے بہت دلچسپی تھی اور شیر کا رنگ بھی بہت پسند تھا ۔ اس کے محل کے

گنبد اور اس کی بنائی ہوئی مسجدوں میں یہ رنگ بہت استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے ہتھیاروں پر بھی "اسد اللہ الغالب" کا نقش کھدا ہوا تھا۔ اس نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس نے بحری فوج کا ایک محکمہ قائم کیا اور بحری بیڑا تیار کرنے کا ایک مکمل منصوبہ بنایا لیکن عمر نے اسے پورا کرنے کی مہلت نہ دی۔ سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے لیے برصغیر میں اپنی سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا راستہ صاف ہو گیا۔

سوالات

۱۔ سلطان نے ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرنے کے لیے کیا کیا؟

۲۔ اس کے راستے میں کن کن لوگوں نے روڑے اٹکائے؟

۳۔ سلطان نے باہر کے ملکوں سے امداد حاصل کرنے کی کیا کوششیں کیں؟

۴۔ سلطان کی شکست کے اسباب پر روشنی ڈالو۔

عملی کام

اٹھارویں صدی کے آخری نصف میں سراج الدولہ، حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اہم کردار ادا کیا۔ تم ان میں سے کس کے کردار کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہو؟ اس موضوع پر اپنی جماعت کو خطاب کرو۔

باب 3

جنگ آزادی

1857ء

یہ جنگ، انگریزی حکومت کے خلاف مسلمانوں کا ایک ایسا جہاد تھا جس میں دوسروں نے بھی حصہ لیا۔ اس سے آزادی تو حاصل نہ ہوئی لیکن اس جنگ نے یہ ضرور ثابت کر دیا کہ حالات خواہ کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں مسلمان آزادی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

بے چینی کے اسباب انگریز جب سے ہندوستان میں آئے تھے، اپنی سلطنت کو بڑھانے کے لیے برابر کوشش کرتے رہے لیکن لارڈ ڈلہوزی کے زمانے میں تو ان کی ملک گیری کی ہوس بہت ہی بڑھ گئی تھی۔ اودھ کی زرخیز مملکت پر انگریزوں کی مدت سے نظر تھی۔ انھوں نے نواب اودھ کے سر پر اپنی فوج مسلط کر دی اور اس کے خرچ کے لیے وہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ روپیہ مانگتے رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ حکومت کے معاملات میں بھی دخل دیتے رہے جس سے سلطنت کا انتظام بگڑ گیا۔ اس پر انگریزوں نے اپنی فوج بھیج کر

شاہی محل پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ بیگمات کی حرمت کا بھی احترام نہ کیا اور نواب کو تخت سے اتار کر کلکتے میں نظر بند کر دیا۔

لارڈ ڈلہوزی کے اصول الحاق کے باعث انگریزوں کو اور علاقوں پر بھی قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اب تک اگر کسی دیسی حکمران کے اپنا لڑکا نہ ہوتا تھا تو وہ کسی کو اپنا وارث بنا لیتا تھا۔ نئے قانون کے مطابق اگر کوئی رئیس لا ولد مر جاتا تو اس کی ریاست ضبط کر کے انگریزی علاقے میں شامل کر لی جاتی۔

چونکہ رانی جھانسی کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس کی ریاست ضبط کر لی گئی۔ پیشوا کے متبنیٰ نانا صاحب کی پنشن بھی ختم کر دی گئی۔ جن علاقوں پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا وہاں کی فوج توڑ دی گئی جس سے ہزاروں عہدے دار بے روزگار ہو گئے۔ اس سے ریاستوں میں عام بے چینی پھیل گئی۔ مغل بادشاہ اگرچہ انگریزوں کا پنشن خوار تھا لیکن عوام کی نظروں میں وہ ان کی مٹی ہوئی عظمت کی نشانی تھا۔ ڈلہوزی کے جانشین لارڈ کیننگ نے آتے ہی اعلان کر دیا کہ بہادر شاہ کے بعد اس کے کسی وارث کو شہنشاہ کا خطاب نہیں دیا جائے گا اور اس کے خاندان کو لال قلعہ بھی چھوڑنا پڑے گا۔

عیسائیت کی اشاعت | انگریزوں میں پہلے سے ایک ایسا گروہ

موجود تھا جو پورے ہندوستان کو عیسائی بنانا چاہتا تھا۔ انگریزوں کے قدم جم گئے تو عیسائی پادریوں نے تبلیغ کا کام بڑے زور شور سے شروع کر دیا۔ حکومت کی طرف سے بھی ان کی حوصلہ افزائی ہونے لگی۔ نئے گورنر جنرل کیننگ کے بارے میں یہ عام خیال پھیل گیا کہ اسے ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کے لیے بھیجا گیا ہے بڑے بڑے افسر مشنریوں کی امداد کے لیے سر گرم رہتے تھے اور کہیں کہیں تو ان کے ساتھ پولیس کا کوئی اہلکار بھی جاتا تھا۔ پھر ایسے قانون بھی بنائے گئے جن سے لوگوں کو یہ شبہ ہونے لگا کہ حکومت عیسائی مذہب کی سرپرستی کر رہی ہے۔ اس سے پہلے اگر کوئی شخص عیسائی ہو جاتا تھا تو وہ جائیداد سے محروم ہو جاتا تھا لیکن نئے قانون نے اس کا یہ حق محفوظ کر دیا۔

فوج میں بد دلی اس جنگ کے اور بھی بہت سے اسباب تھے لیکن اس کا ایک بڑا سبب، وہ بد دلی تھی جو عام سپاہیوں میں پھیل گئی تھی۔ انگریزوں نے دیسی فوجیوں کی مدد سے ہی اپنی سلطنت کو بنایا اور بڑھایا تھا۔ جب تک ان کے قدم مضبوط نہیں ہوئے تھے ان کو خاص رعایتیں دی جاتی تھیں لیکن جوں جوں سلطنت کی سرحدیں پھیلتی گئیں، دیسی سپاہیوں کو ان رعایتوں سے محروم کیا جانے لگا۔ ان کی تنخواہیں پہلے ہی انگریز سپاہیوں سے بہت کم تھیں، اب ان میں اور بھی کمی کر دی گئی۔ مثلاً جنگ کے زمانے میں اگر ان کو



بہادر شاہ ظفر

تنخواہ کے علاوہ الاؤنس بھی ملتا تھا جسے ''ڈبل بھتہ'' کہتے تھے، اسے بند کر دیا گیا۔ ان کو رسالدار یا صوبیدار سے اونچے عہدے نہیں دیے جاتے تھے اور اگر کہیں کوئی سپاہی جنگ میں شاندار خدمت انجام دیتا تو اسے ترقی کی بجائے پنشن دے کر فوج سے رخصت کر دیا جاتا تھا۔

نئے کارتوسوں کا واقعہ | اس جنگ کا فوری سبب یہ بھی ہوا کہ فوجیوں کو ایک نئی قسم کی رائفل دی گئی تھی جس کے کارتوسوں پر سؤر اور گائے کی چربی چڑھی ہوتی تھی اور انھیں استعمال کرتے وقت ان کی ٹوپی کو دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ کلکتے کے قریب بارک پور کی چھاونی میں جب سپاہیوں کو انھیں استعمال کرنے کے لیے کہا گیا تو ایک ہندو سپاہی نے ان کے استعمال سے انکار کر دیا۔ اس پر اسے وہیں سنگین مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ایک مسلمان سپاہی اسے بچانے کے لیے آگے بڑھا تو اسے بھی گولی مار دی گئی۔

واقعات جنگ | اس طرح کے واقعات دوسری چھاؤنیوں میں بھی پیش آئے۔ میرٹھ کی چھاؤنی میں جب 80 سپاہیوں نے ان کارتوسوں کو چھونے سے انکار کر دیا تو ان پر مقدمہ چلا کر انھیں دس سال قید کی سزا دی گئی۔ اگلے روز اتوار کا دن تھا۔ انگریز افسر گرجا جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ تین رجمنٹوں نے قید خانے کے دروازوں کو توڑ کر اپنے

ساتھیوں کو رہا کر کے انگریز افسروں کو قتل کر دیا اور ہتھیار لے کر دہلی کی طرف چل دیے۔

جرنیل بخت خان اس فوج نے دہلی پہنچ کر مغل بادشاہ بہادر شاہ کو اپنا حکمران تسلیم کر کے اس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور بادشاہ کے بیٹے مرزا مغل کو اپنا سالار مقرر کر لیا۔ مرزا مغل چونکہ اس کام کے اہل نہ تھے، اس لیے وہ شہر میں نظم و نسق قائم نہ رکھ سکے۔ کوئی ڈیڑھ ماہ بعد روہیل کھنڈ کا ایک قابل سردار جرنیل بخت خان چودہ ہزار مسلح فوج کے ساتھ دہلی پہنچا۔ وہ ایک سادہ مزاج اور پر خلوص انسان تھا اور فن جنگ میں بڑا ماہر اور دانش مند تھا، اس نے تھوڑے ہی دنوں میں شہر میں امن و امان قائم کر دیا، ہندو آبادی کا دل ہاتھ میں لینے کے لیے شہر میں گئو کشی بند کر دی اور دہلی کی حفاظت کا پورا انتظام کیا لیکن مغل بادشاہ کے بعض درباری انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ انھوں نے ایک طرف تو مرزا مغل اور بخت خاں میں تفرقہ پیدا کر دیا دوسری طرف انگریزوں کو شہر کی خبریں پہنچانا شروع کر دیں۔ بخت خاں اور اس کے ساتھیوں نے انگریزی فوجوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ دہلی کے جہاد میں عام شہریوں نے بھی بڑی سر فروشی سے حصہ لیا۔ محاصرہ دہلی میں بخت خاں کے ایک دستے کی کمان ایک سن رسیدہ مسلمان خاتون کے ہاتھ میں تھی، جس نے سبز لباس پہن رکھا

تھا اور اس کے چہرے پر نقاب تھا ۔ پنجاب کی سکھ ریاستوں کی پوری فوجیں انگریزوں کے ساتھ تھیں جن کی تعداد مجاہدین سے بہت زیادہ تھی ۔ آخر کار چھ دن کی جنگ کے بعد شہر پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا ۔ بخت خان نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ دہلی سے نکل کر گنگا کے دواب یا دکن چلا جائے اور وہاں جنگ جاری رکھے ۔ لیکن بادشاہ نے اس کے مشورے پر کان نہ دھرے ۔ جب اسے انگریزوں کے خلاف جہاد میں کامیابی کی کوئی اُمید نہ رہی تو وہ ہندوستان چھوڑ کر نیپال چلا گیا ۔ بہادر شاہ اور اس کے خاندان کے لوگ گرفتار کر لیے گئے ۔ اس کے دو بیٹوں اور ایک پوتے کو گولی سے اُڑا دیا گیا اور پھر شہر میں اُن کی لاشوں کی تشہیر کی گئی ۔ بہادر شاہ پر مقدمہ چلا اور اسے معزول کر کے رنگون جلا وطن کر دیا گیا ۔

احمد اللہ شاہ | لکھنو میں احمد اللہ شاہ نے بھی انگریزوں کا اسی جوانمردی سے مقابلہ کیا جس طرح دہلی میں بخت خان نے کیا تھا ۔ احمد اللہ شاہ مدراس کے رہنے والے تھے ۔ اُنھوں نے شروع سے ہی درویشی کی زندگی اختیار کر کے دور دور کی سیاحت کی تھی ۔

جنگ آزادی کا اعلان ہوتے ہی اُنھوں نے اپنے مریدوں کو جمع کر کے لکھنؤ کے محاذ پر جہاد کا آغاز کیا ۔ لکھنؤ

کے لوگوں نے اودھ کے آخری بادشاہ واجد علی شاہ کے بیٹے کو اس کی والدہ حضرت محل کی سرپرستی میں تخت پر بٹھا دیا۔ حضرت محل بڑی مستقل مزاج اور دلیر عورت تھیں۔ شروع میں ان کو کامیابی ہوئی اور پورے شہر پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ احمد اللہ شاہ نے اپنی فوج کو ایسے نظم و ضبط میں رکھا تھا کہ انگریز مورخوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔ ایک انگریز لکھتا ہے کہ ”اس نے اپنی تلوار کو کبھی خون سے آلود نہیں کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو ہر قسم کی زیادتیوں سے بڑی سختی سے روکتا تھا اور کسی حالت میں خونریزی کی اجازت نہیں دیتا تھا۔“

احمد اللہ شاہ کو بھی اپنے جنگی منصوبوں میں ان ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو بخت خاں کو پیش آئی تھیں۔ درباری اس کی مخالفت کرتے رہے اور آپس کے نفاق کی وجہ سے اس محاذ پر بھی آخر انگریزوں کا ہی پلہ بھاری رہا۔ احمد اللہ شاہ نے لکھنؤ سے نکل کر سہارنپور میں جہاد کا سلسلہ شروع کیا، لیکن ایک ہندو رئیس نے انہیں دھوکے سے شہید کر دیا اور ان کا سر انگریزوں کو پیش کر کے پچاس ہزار روپے کا انعام حاصل کیا۔

جنگ کے اور مرکز | جنگ آزادی کے دو اہم مراکز روہیل کھنڈ اور مظفر نگر کے اضلاع تھے۔ مظفر نگر میں جہاد کی قیادت حاجی امداد اللہ اور ان کے مرید مولانا قاسم

نانوتوی اور دوسرے عقیدت مندوں نے کی ۔ حاجی امداد اللہ جنگ کے ختم ہونے پر مکے کو ہجرت کر گئے ۔ جنگ آزادی کا ایک اور مرکز جھانسی تھا ۔ رانی جھانسی کے کوئی اولاد نہیں تھی ۔ لارڈ ڈلہوزی نے قانون الحاق کے مطابق ریاست کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا تھا ۔ اس پر رانی جھانسی نے بیس ہزار کی فوج تیار کی اور دشمنوں کے خلاف بہادری سے لڑتی ہوئی ماری گئی ۔

انتقام اور سزائیں انگریزوں نے جنگ آزادی کے بعد یہاں کے لوگوں سے زبردست انتقام لیا ۔ اس جنگ میں سات ہزار کے قریب انگریز قتل ہوئے تھے ۔ ان کے مقابلے میں پانچ لاکھ ہندوستانی تلوار کی گھاٹ آتار دیے گئے ۔ دہلی کی فتح کے کئی روز بعد تک یہ حالت رہی کہ جہاں کہیں کوئی دیسی نظر آجاتا اسے گولی سے آڑا دیا جاتا تھا ۔ دہلی کے مسلمانوں پر بڑے بڑے مظالم توڑے گئے ۔ ان کو بڑی تعداد میں پھانسیاں دی گئیں ۔ لاشوں کو دریا میں پھینک دیا جاتا تھا ۔ دہلی میں صرف ایک دن میں 24 مغل شہزادوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا ۔ بعض انگریز افسر بدلہ لینے کے جوش میں دیوانے ہو گئے تھے ۔ آنھوں نے مسلمانوں کو سؤر کی کھالوں میں سی کر دریا میں پھینک دیا ۔ بعض کی لاشوں کو جلوا دیا ۔ بعض کو توپ کے منہ سے باندھ کر آڑا دیا ۔ فوج نے کھلے بندوں شہر کو لوٹا ۔ مسلمانوں کی تباہی اس

قدر ہوئی کو اونچے گھرانوں میں سے صرف ایک چوتھائی لوگ اپنے گھروں میں آباد رہ سکے۔ باقی یا تو ختم ہو گئے یا شہر چھوڑ کر کہیں اور نکل گئے۔ چونکہ انگریز مسلمانوں کو خاص طور پر اپنا مد مقابل سمجھتے تھے، اس لیے انگریزوں نے ان سے انتقام لینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جنگ سے پہلے لال قلعہ کے قریب بڑی شاندار عمارتیں اور بازار تھے۔ ان سب کو گرا کر چٹیل میدان میں تبدیل کر دیا گیا۔ ایک تجویز یہ بھی تھی کہ مغلوں کی تمام یادگاروں کو مٹا دیا جائے۔ انگریزی فوج نے جامع مسجد پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بعض کی رائے تھی کہ اسے فروخت کر دیا جائے۔ انگریزوں کے بعض اخباروں نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اسے گرجا میں تبدیل کر دیا جائے۔ یہ مسجد پانچ سال کے بعد مسلمانوں کو ملی۔

سوالات

۱ - جنگ آزادی کے شروع ہونے کے اسباب کیا تھے؟

۲ - اس جنگ میں جرنیل بخت خان اور احمد اللہ شاہ نے کیا کارہائے نمایاں کیے؟

۳ - انگریزوں نے اس جنگ کے بعد لوگوں سے اس کا انتقام کیسے لیا؟

۴ - جنگ آزادی کے اہم نتائج بیان کرو۔

عملی کام

۱ - ہندوستان کا نقشہ تیار کرو اور اس میں وہ شہر اور علاقے دکھاؤ جہاں جنگ آزادی لڑی گئی -

۲ - جنگ آزادی کی مشہور ہستیوں کا چارٹ تیار کرو -

باب 4

کانگریس اور مسلم لیگ

سرسید احمد خاں نے جنگ آزادی کے اسباب پر جو کتاب لکھی تھی اس میں اُنھوں نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بتائی تھی کہ حکومت، سر کاری انتظام میں ہندوستانیوں سے مشورہ نہیں لیتی تھی ۔ اگر حکومت کے مشیروں میں کوئی ہندوستانی ہوتا تو جو مشکلات حکومت کو پیش آ رہی تھیں ان کا سد باب کیا جا سکتا تھا ۔ اس لحاظ سے سرسید پہلے لیڈر تھے ، جنھوں نے حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ ملک کے لوگوں کو حکومت کے کام میں شریک کرنا چاہیے ۔

کانگریس کا آغاز کانگریس کے شروع کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ملک کے انتظام میں ہندوستانیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کیا جائے ۔ آل انڈیا کانگریس کی بنیاد ایک انگریز مسٹر ہیوم نامی نے رکھی تھی ۔ اس کا پہلا اجلاس دسمبر 1885ء میں بمبئی میں ہوا ۔ ہیوم خود حکومت کا ایک اعلیٰ افسر تھا ، اس لیے اس جماعت کو شروع ہی سے حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اس کے شروع کرنے میں اس زمانے کے گورنر جنرل لارڈ ڈفرن کا بھی بڑا ہاتھ تھا ۔

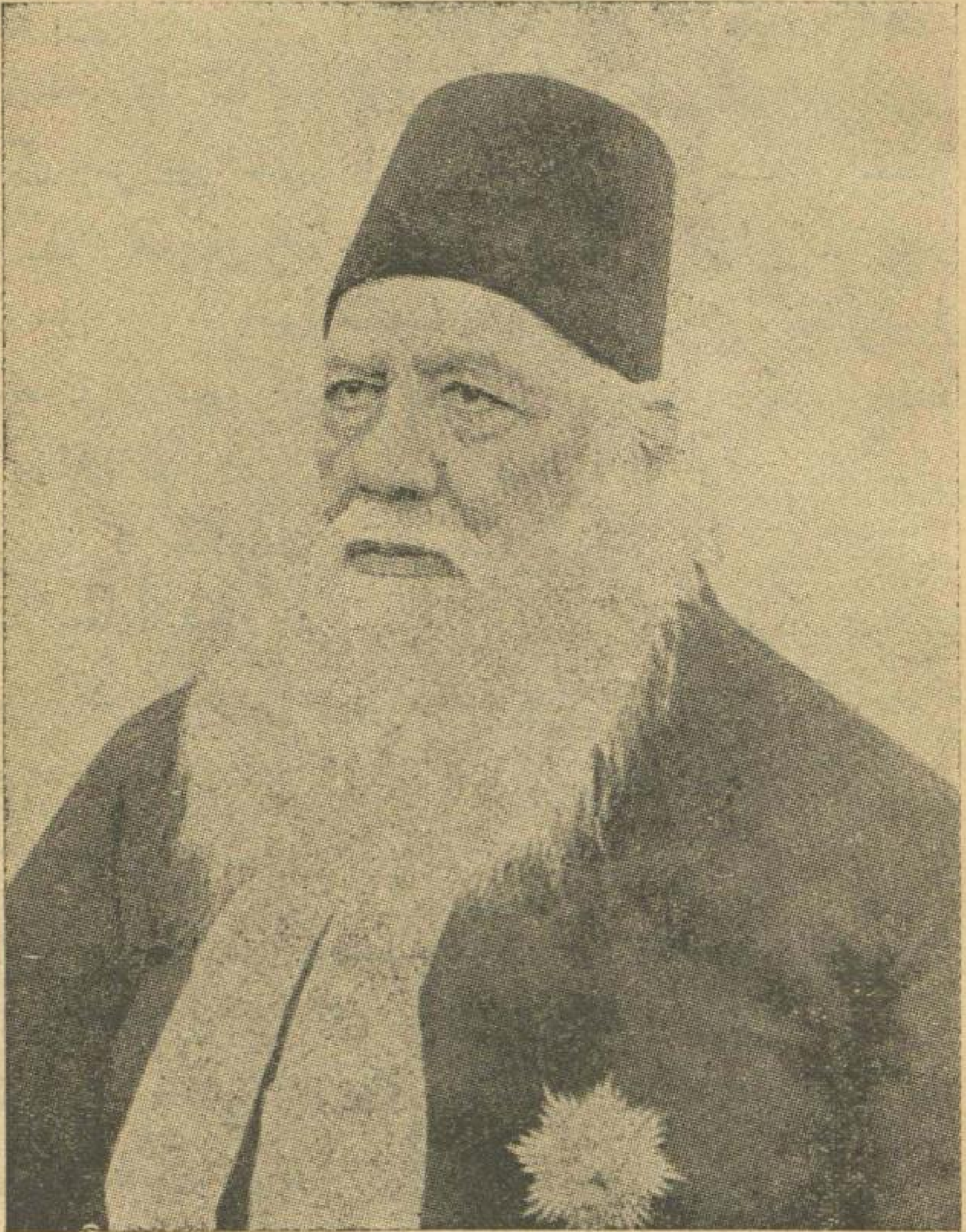
حکومت کی سرپرستی | اس کے پہلے اجلاس میں صدر نے برطانوی حکومت کی برکات کی بڑی تعریف کی اور ملکہ وکٹوریا کے ساتھ وفاداری کا اعلان کیا۔ جلسے کے آخر میں مسٹر ہیوم نے تین مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کے اعزاز میں تالیاں بجوائیں۔ کانگریس کا دوسرا سالانہ اجلاس کلکتے میں ہوا۔ اس کی صدارت ایک انگریز تاجر نے کی۔ اس موقع پر کانگریس کے ممبروں کو گورنر جنرل کی طرف سے دعوت دی گئی۔ اگلے سال پھر اس کا صدر ایک انگریز ہی مقرر ہوا۔ اس وقت تک کانگریس میں بہت کم مسلمان شریک ہوئے تھے۔ اس کے پہلے اجلاس میں شریک ہونے والے 75 نمایندوں میں سے صرف دو مسلمان تھے۔

ہندو اقتدار کی کوششیں | کانگریس ہندوستان میں اس قسم کی پارلیمانی حکومت چاہتی تھی جیسی انگلستان میں رائج تھی۔ ایسی حکومت میں ہر مسئلے کا فیصلہ ووٹوں کی گنتی سے کیا جاتا ہے۔ انگریزوں نے جس سختی سے مسلمانوں کو دبایا تھا اس سے ہندوؤں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے اور انھوں نے جنگ آزادی کے کچھ عرصے کے بعد ہی سے ایسی تحریکیں شروع کر دی تھیں جن کے ذریعے وہ ہندو اقتدار کر عروج پر لانا چاہتے تھے۔ اس میں سب سے زیادہ اہم ہندی زبان کی تحریک تھی جسے وہ سرکاری زبان کی حیثیت سے اردو کی جگہ دینا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے گئو کشی کو بند کرانے کی تحریک بھی شروع کر دی اور اس مقصد کے لیے مختلف

صوبوں میں کئی ایک انجمنیں بھی قائم کیں ۔ ادھر آریہ سماج کے بانی سوامی دیا نند نے یہ نعرہ بلند کیا ''ہندوستان ہندوؤں کے لیے ہے ۔،، اس کی نظر میں ہندوؤں کے سوا دوسرے تمام باشندے غیر ملکی تھے ۔ اس نے مسلمانوں کے ہندوستانی ہونے سے قطعی انکار کر دیا ۔ ادھر مہاراشٹر میں تلک نے سیواجی کی برسی منانے کی رسم ایجاد کی ۔ اس نے کھلے طور پر جلسوں میں مسلمانوں کو ہندوؤں کا دشمن کہنا شروع کیا اور سیواجی کو ایک عظیم ہندو لیڈر کے طور پر پیش کیا ۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ 1893ء میں بمبئی میں زبردست ہندو مسلم فساد ہوئے جس پر مسلمانوں کو بھی اپنے دفاع کے لیے ایک انجمن بنانا پڑی ۔

سرسید اور کانگریس | شروع میں سرسید کی یہی خواہش تھی کہ ہندو مسلمان دونوں مل کر حکومت کے کاروبار میں شریک ہوں ، لیکن ابھی جنگ آزادی کو گزرے دس سال بھی نہ ہوئے تھے کہ ہندوؤں نے اردو ہندی کا جھگڑا شروع کر دیا ۔ سرسید نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ ہندی کی تحریک ایک ایسی تجویز ہے جو ہندو مسلم اتحاد کو ناممکن بنادے گی ۔

کانگریس کا یہ اصرار تھا کہ وائسرائے کی کونسل میں ایسے ممبروں کی تعداد زیادہ کی جائے جو ووٹروں کے ذریعے منتخب کیے جائیں ۔ سرسید نے جنگ آزادی کے بعد ہی اس



سرسیّد احمد خاں

بات پر زور دیا تھا اور صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ گورنر جنرل کو اپنے مشیروں میں کچھ ہندوستانیوں کو بھی شامل کرنا چاہیے لیکن ایسے لوگ ووٹوں سے نہ چنے جائیں۔ ان کو اندیشہ تھا کہ اس طرح ملک کی اکثریت اقلیت پر چھا جائے گی جس سے نسلی یا مذہبی تعصبات شدت اختیار کر جائیں گے۔ ان کو اس بات کا پورا اندازہ تھا کہ ہندو اور مسلمان مل کر کوئی حکومت قائم نہیں کر سکتے۔ انھوں نے ایک تقریر میں کہا تھا ''فرض کرو انگریز ہندوستان چھوڑ جائیں تو ان کے بعد کیا ہندو اور مسلم برابر کے شریک ہو کر حکومت سنبھال سکتے ہیں،، ان کے خیال میں یہ بات قطعاً نا ممکن تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر سر سید نے مسلمانوں کو کانگریس سے علیحدہ رہنے کی تلقین کی۔ انھوں نے تو یہ بھی کوشش کی کہ مسلمان سیاست سے بالکل الگ تھلگ رہیں۔

انگریز ملک میں مسلمانوں کو ہی اپنا مد مقابل سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ صرف مسلمان ہی حکومت سے ٹکر لے سکتے ہیں، اسی لیے حکومت نے جنگ آزادی کے بعد سب سے زیادہ سختیاں ان ہی پر کیں۔ مدراس کے ایک گورنر نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ایک شاھین (انگریز) چڑیوں (ہندو) کی چیں چیں کی پروا نہیں کرتا لیکن اگر ایک عقاب (مسلمان) اس کے مقابلے میں آ جائے تو

وہ اس کی گردن توڑ دینے میں ہر گز دریغ نہیں کرے گا ۔"

سر سید کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ اس بد گمانی کو ختم کرانے کی کوشش کی جائے جو انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کے خلاف پیدا ہو چکی تھی ، اسی لیے انھوں نے مسلمانوں کو سیاست سے علیحدہ رہنے کا مشورہ دیا اور اپنی پوری توجہ علی گڑھ کالج اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو کامیاب بنانے میں صرف کر دی ۔

اب ہر سال کانگریس کے جلسے ہونے لگے اور اس کے ہندو لیڈر انگلستان آنے جانے لگے ۔ انھوں نے پارلیمنٹ کے ممبروں اور دوسرے بڑے بڑے انگریزوں سے تعلقات قائم کر لیے اور بڑی سر گرمی سے اپنے مطالبات کی اشاعت شروع کر دی ۔ اُن کا ہمیشہ یہ دعویٰ رہا کہ کانگریس تمام ہندوستانیوں کی نمائندہ جماعت ہے اور سارے ملک کی بہتری چاہتی ہے ۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی نہ تو کوئی سیاسی جماعت تھی اور نہ ہی ان کے با اثر اخبارات تھے ، اس لیے ان کی آواز کا حکومت پر کوئی اثر نہ تھا ۔ ادھر ہندی کی تحریک پورے زور و شور میں جاری تھی آخر کار حکومت نے دباؤ میں آ کر 1900ء میں ہندی کو اُردو کے برابر درجہ دے دیا ۔

بنگال کی تقسیم | اس کے بعد ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے انگریزوں کی مسلمان دشمنی کھل کر سامنے آ گئی ۔ 1905ء میں بنگال کے صوبے کو دو صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔ اس

زمانے میں اس صوبے میں بہار، اڑیسہ اور آسام کے علاقے شامل تھے - اس بڑے صوبے کا صدر مقام کلکتہ تھا - اس کا رقبہ اور اس کی آبادی اتنی زیادہ تھی کہ اس کا انتظام کلکتے سے بخوبی نہیں ہو سکتا تھا - مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی مگر زمیندار زیادہ تر ہندو تھے - مسلمان کاشتکاروں کی حالت غلاموں سے بدتر تھی - تجارت، اونچے پیشے اور سرکاری ملازمتیں سب ہندوؤں کے ہاتھ میں تھیں - صوبے کے زیادہ تر کارخانے اور دیگر ادارے مغربی بنگال میں تھے - اس طرح مشرقی بنگال کی تقریباً تمام آمدنی مغربی بنگال کے ہندوؤں پر خرچ ہو رہی تھی -

تقسیم کے خلاف تحریک | جب مشرقی بنگال اور آسام کا نیا صوبہ بنایا گیا تو ہندوؤں نے اس کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور تقسیم کو ختم کرنے کے لیے پورا پورا زور لگا دیا - ملک بھر میں جلسے کیے گئے - نوجوانوں نے دہشت انگیزی کی خفیہ انجمنیں بنائیں اور ان کے لیے اسلحہ اکٹھا کیا - بعض انگریز افسروں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا - اس کے ساتھ ہی انھوں نے انگریزی مال کے بائیکاٹ کی ایک ملک گیر تحریک شروع کر دی -

مسلمانوں کے خلاف جذبۂ نفرت | اس تحریک کا سب سے افسوسناک پہلو یہ تھا کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کی تحریک پورے زور و شور سے شروع کر دی گئی - ہندو اخبار

مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مضمون لکھنے لگے ۔ مصنفوں نے مسلمانوں کے زمانۂ حکومت کے خلاف ڈرامے اور ناول لکھے ۔ جن میں مسلمان حکمرانوں کو ظالم اور جابر کی حیثیت سے پیش کیا گیا اور ان ڈاکوؤں کو جو اسلامی حکومت کے خزانوں کو لوٹنے اور عوام پر ظلم و ستم روا رکھتے تھے ہیرو کے طور پر دکھایا گیا ۔ اسی زمانے میں ''بندے ماترم'' کا گیت لکھا گیا، جس میں دھرتی پوجا یعنی وطن کی دیوی کی پوجا کرنے پر اور اس کے دشمنوں کو ختم کرنے پر زور دیا گیا تھا ۔ بنگال کے ہندوؤں نے کالی دیوی کی پوجا کو عام کر دیا ۔ اس کے لیے انسان کی قربانی دی جاتی تھی ۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ وطن کے دشمنوں کا بے دریغ خون بہایا جائے اور انھیں کالی دیوی کے بھینٹ چڑھایا جائے ، ان دشمنوں میں وہ مسلمانوں کو بھی شمار کرتے تھے ۔ آخر کار یہ تحریک اتنا زور پکڑ گئی کہ حکومت نے ہندوؤں کے مطالبے کو تسلیم کر لیا اور تقسیم بنگال کو ختم کر دیا گیا ۔

ان حالات کا مسلمانوں پر بہت گہرا اثر ہوا ۔ انھوں نے دیکھا کہ ہندوؤں کی تحریک کا اثر حکومت ہی نہیں بلکہ پارلیمنٹ کے ممبروں پر بھی بڑھ رہا ہے اور انگریزوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ہندوستان میں اگر کسی گروہ کا سیاسی اثر ہے، تو وہ ہندو ہی ہیں

اور اگر کوئی سیاسی جماعت ہے، تو وہ کانگریس ہے۔ اُنھوں نے محسوس کیا کہ اگر اس وقت حکومت کو مسلمانوں کی علیحدہ حیثیت کا احساس نہ دلایا گیا، تو وہ سیاسی طور پر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔

حکومت نے 1892ء میں کونسلوں کا نیا قانون بنایا جس کی رو سے کچھ نمایندے ووٹوں سے بھی چنے جاتے تھے جنھیں مسلمان اور ہندو ووٹر مل کر چنتے تھے۔ لیکن مسلمان ووٹروں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ غریب بھی تھے اور ہندوؤں کے مقروض بھی۔ ہندو ووٹر اپنی قوم کے اُمیدوار کو ہی ووٹ دیتے تھے اور مسلمان امیدواروں میں سے ان کا ووٹ صرف ایسے شخص کو ملتا تھا جو ان کی رائے پر چلتا تھا اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔ اس طرح ان کونسلوں پر بھی ہندوؤں کا قبضہ تھا۔

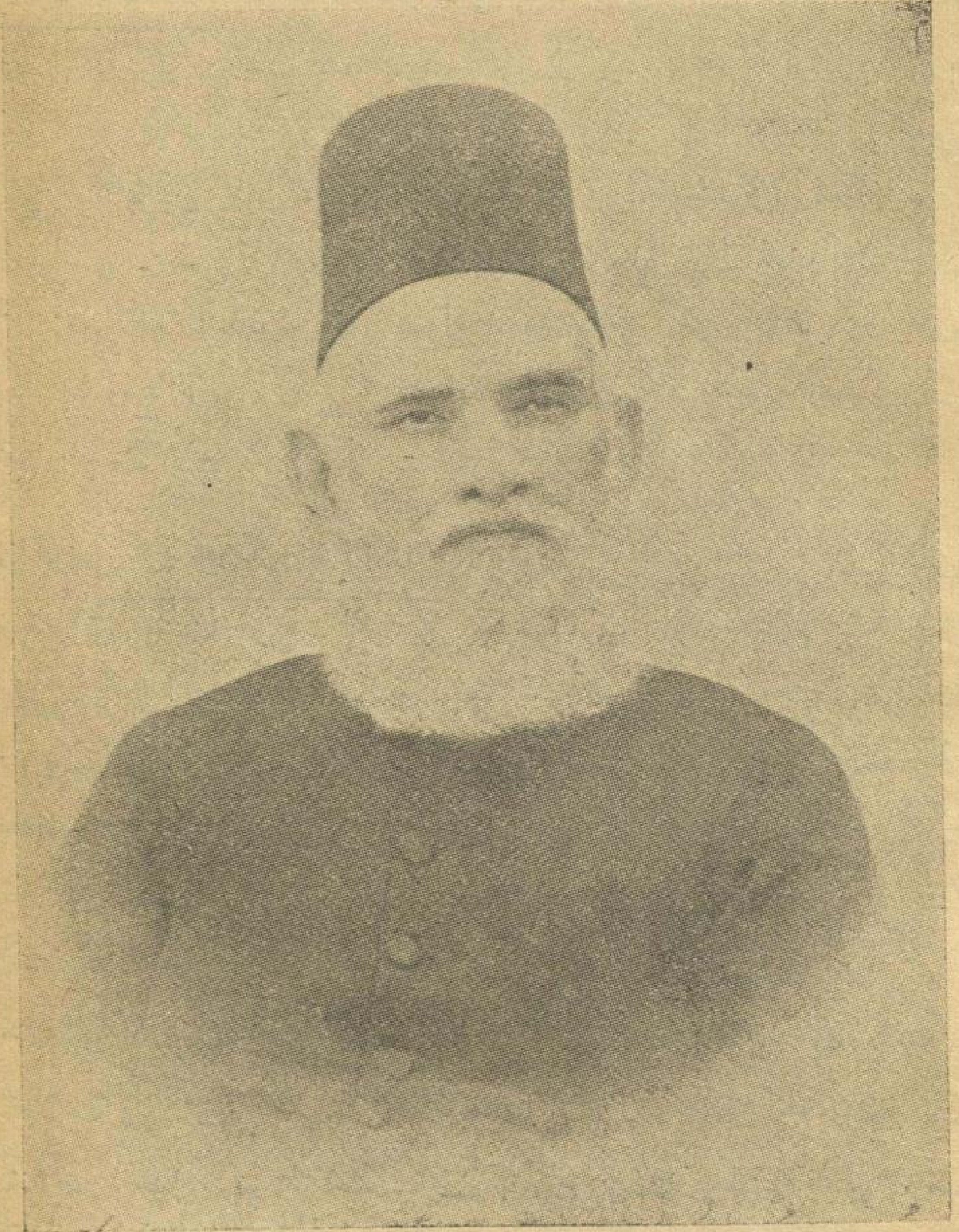
وفد شملہ | مسلمان لیڈر ان حالات سے بے حد پریشان ہوئے۔ آخر 1906ء میں 36 ممتاز مسلمان، ایک وفد کی شکل میں وائسرائے سے شملے میں ملے۔ اُنھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ آیندہ جو نمایندہ کونسلیں بنائی جائیں، ان میں مسلمان ممبروں کا انتخاب مسلمان ووٹروں کے ذریعے ہو۔ وائسرائے نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔

مسلم لیگ کا قیام | اسی سال دسمبر کے مہینے میں ڈھاکہ میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ہوا۔ اس کانفرنس کی بنیاد سرسید نے رکھی تھی اور اس کا مرکزی دفتر علی گڑھ میں تھا۔ اس کے سالانہ اجلاس ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوتے رہتے تھے۔ کانفرنس کے اجلاس ڈھاکہ میں مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ اس کے بانیوں میں زیادہ مشہور نواب محسن الملک، نواب وقارالملک اور ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ خاں تھے۔ اس موقع پر نواب وقارالملک نے کہا تھا "ہم جس مقصد کے لیے آج جمع ہوئے ہیں یہ مقصد تو اسی روز پیدا ہو گیا تھا، جب آل انڈیا کانگریس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔" مسلم لیگ کا پہلا اجلاس 1907ء میں کراچی میں ہوا۔ آہستہ آہستہ اس کی شاخیں تمام ہندوستان میں کھل گئیں۔ ابتداء میں لیگ کا مرکزی دفتر بھی علی گڑھ میں ہی قائم کیا گیا۔

مسلمانوں کی اس سیاسی جماعت کا اثر جلد ہی ظاہر ہونے لگا اور جب حکومت نے 1909ء میں ملک میں نئی اصلاحات جاری کیں، تو اُن کی رو سے ملک کی کونسلوں میں مسلمانوں کو علیحدہ نمایندگی کا حق مل گیا۔ یہ لیگ کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس کے علاوہ لیگ برابر سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے جائز حق کے لیے کوشش کرتی رہی اور اس میں اسے آہستہ آہستہ کچھ کامیابی بھی ہوتی گئی۔



نواب سلیم اللہ خاں

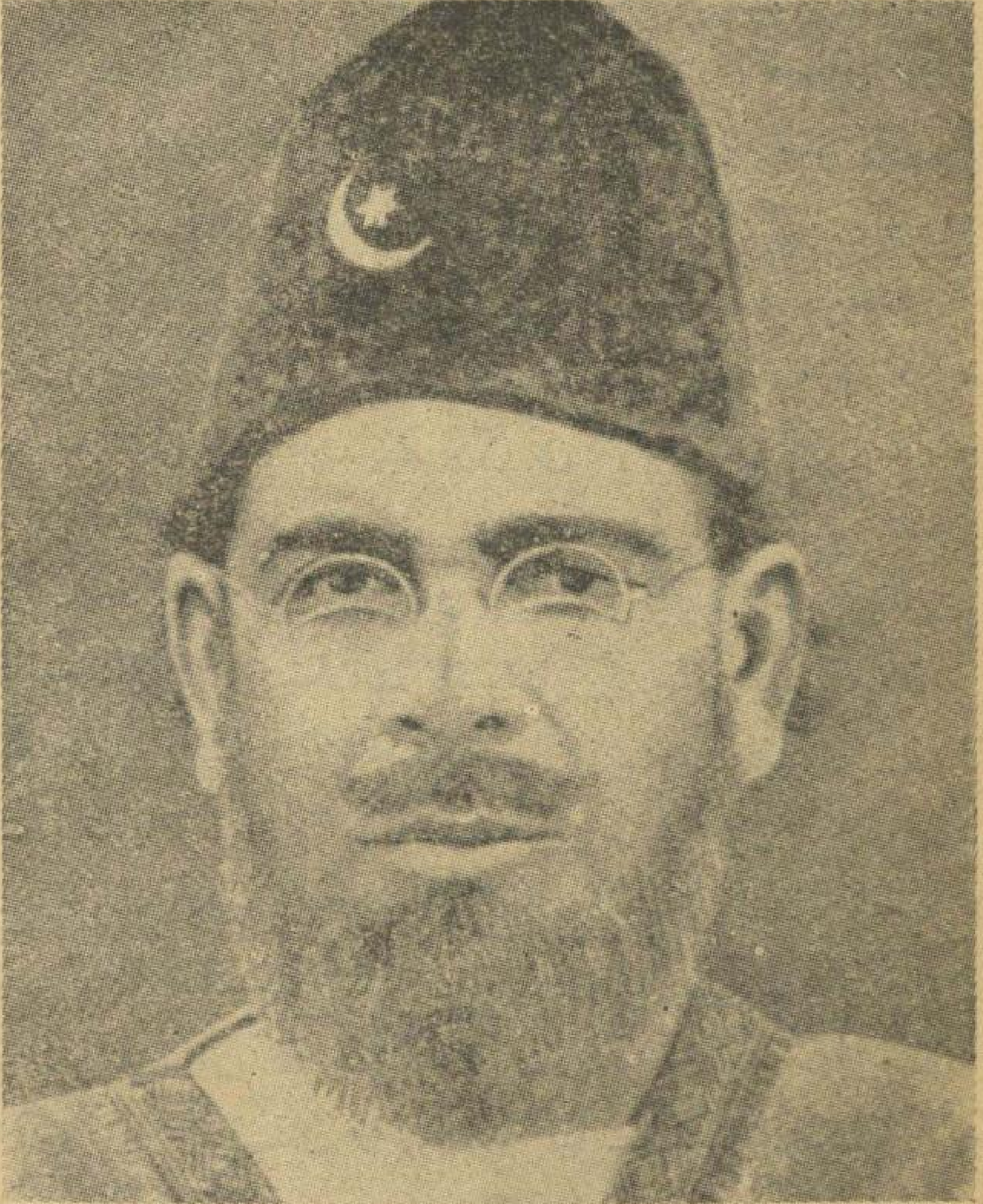


نواب محسن الملک

میثاق لکھنئو | لیگ کا ممبر بننے کے بعد قائد اعظم نے کانگریس اور لیگ کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی بڑی کوشش کی۔ اس موقع پر لیگ اور کانگریس کے لیڈروں نے آپس میں لمبی لمبی ملاقاتیں کیں، جن کا نتیجہ میثاق لکھنئو کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس کی رو سے دونوں جماعتوں نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے اصول کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد ہندوستان میں جتنے انتخابات ہوئے وہ اسی آصول کے تحت ہوتے رہے۔

کانگریس اور تحریک خلافت | کانگریس اب تک محض آونچے طبقے کی جماعت تھی۔ اس کے جلسوں کی زبان بھی انگریزی تھی۔ اس لیے یہ اب تک عوامی تحریک نہیں بن سکی تھی اور نہ ہی اسے کبھی کھل کر حکومت کا مقابلہ کرنے کی ہمت ہوئی تھی لیکن بدلتے ہوئے حالات نے اس کو ایک عوامی تحریک بنا دیا۔ اس کا حلقہ اثر وسیع ہو گیا اور اس کے لیڈر مسٹر گاندھی کو ملک گیر حیثیت مل گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس کو یہ حیثیت مسلمانوں کی تحریک خلافت ہی سے ملی۔ کانگریسی لیڈروں کو حکومت کے خلاف کھل کر مخالفت کرنے کی اس وقت ہمت ہوئی جب کانگریس نے تحریک خلافت کے ساتھ تعاون کیا اور مل جل کر حکومت کے بائیکاٹ کا پروگرام بنایا۔

ترکی سے ہمدردی ہندوستان کے مسلمانوں کو ترکی سے ہمیشہ ہمدردی رہی ہے - جب اٹلی اور اس کے بعد بلغاریہ نے اس کے خلاف اعلان جنگ کیا ، تو ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر طرح سے اُن کی امداد کی کوشش کی - اس کے بعد 1914ء میں پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی جس میں ترکی انگریزوں کے خلاف تھا - جب ترکی اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تو انگریزوں نے ترکی سلطنت کے حصے بخرے کر دیے - سلطان ترکی اس زمانے میں دنیائے اسلام کا خلیفہ تھا - ہندوستانی مسلمانوں نے ترکی کی حمایت میں تحریک خلافت شروع کی اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہو گئے - کانگریس نے مسلمانوں کے اس جوش اور جذبے سے پورا فائدہ اُٹھایا اور خلافت کانفرنس کے ساتھ مل کر ملک میں عدم تعاون یا بائیکاٹ کی تحریک چلائی - جب انھوں نے ''یوم خلافت،، منایا ، تو اس پر تحریک کے بڑے بڑے لیڈر گرفتار ہو گئے اور جیلوں میں جانے والے لوگوں کی تعداد ایک وقت میں تیس ہزار تک پہنچ گئی - اٹھارہ ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے اپنی جائدادوں اور کاروبار کو ختم کر کے ہندوستان سے ہجرت کی اور افغانستان کا راستہ لیا - اس تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ عوام بے قابو ہو گئے اور انھوں نے ایک تھانے کی عمارت کو سپاہیوں سمیت جلا دیا - اس پر ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی نے تحریک کو بند کر دیا - کانگریس کے لیڈروں کو اس تحریک سے سب



مولانا محمد علی



علاّمہ اقبال

سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انھیں زندگی میں پہلی بار کسی ملک گیر تحریک کے چلانے کا موقع ملا اور ان کی سیاسی حیثیت مسلم ہو گئی۔

ہندوؤں کی تحریکیں | مسلمانوں کے جوش اور ان کی قربانیوں کو دیکھ کر ہندوؤں کے ایک طبقے کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اگر مسلمانوں کی یہ سر گرمیاں جاری رہیں تو وہ کہیں ایک زبردست طاقت نہ بن جائیں۔ لہذا ہندوؤں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کر دیں۔ شدھی کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا اور سنگھٹن کا مقصد ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کرنا تھا۔ ہندوؤں میں مسلم دشمنی کا یہ جذبہ ترقی کرتا گیا۔ جب 1926ء میں عام انتخابات ہوئے تو اس میں ہندو مہاسبھا کو بڑی کامیابی ہوئی اور کانگریس امید وار بہت جگہ شکست کھا گئے۔ اس شکست کا کانگریس پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کا خیال ترک ہی کر دیا اور دلی طور پر ہندو مہاسبھا کے ساتھ ہو گئے۔ اس طرح کانگریس خالص ہندو جماعت بن کر رہ گئی۔

ان حالات میں مسلم لیگ کا اجلاس 1930ء میں الہ آباد میں ہوا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ انھوں نے اپنے خطبہ میں واضح طور پر یہ مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اپنی آزاد ریاست قائم کرنی چاہیے اور ایک طرف صوبہ پنجاب،

صوبہ سرحد ، بلوچستان اور سندھ اور دوسری طرف مشرق بنگال اور سلہٹ کو ملا کر ایک نئی مملکت کی بنیاد رکھنی چاہیے -

سوالات

۱ - کانگریس کس کی سرپرستی میں شروع کی گئی ؟

۲ - سرسید کا کانگریس کے بارے میں کیا خیال تھا ؟

۳ - ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف کون کون سی تحریکیں شروع کیں ؟

۴ - تقسیم بنگال نے مسلمانوں کے خلاف نفرت کو کیسے ہوا دی ؟

۵ - مسلمانوں کو مسلم لیگ بنانے کا خیال کیسے پیدا ہوا ؟

۶ - تحریک خلافت سے کانگریس کو کیا امداد ملی ؟

۷ - مسلمان کانگریس سے کیوں بد دل ہوتے چلے گئے ؟

قائد اعظم

ان حالات میں مسلمان اس پر مجبور ہو گئے کہ اپنے لیے کسی علیحدہ راستے کی تلاش کریں۔ اس کام میں قائد اعظم محمد علی جناح نے ان کی مخلصانہ رہنمائی کی۔

قائد اعظم 1876ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ کراچی اور بمبئی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ ولایت تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں ایک پارسی لیڈر دادا بھائی نوروجی لندن میں مقیم تھے۔ دادا بھائی کو اپنے وطن سے بڑی محبت تھی اور وہ انگلستان میں رہ کر بھی برابر ہندوستان کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ اُنھوں نے وہاں ہندوستانی نوجوانوں کی ایک انجمن بنائی جو ہندوستانیوں کے لیے زیادہ اختیارات حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ قائد اعظم بھی دادا بھائی کے ساتھ کام کرنے لگے۔ اس طرح اُنھوں نے سیاست کا پہلا سبق دادا بھائی جیسے سیاسی رہنما سے لیا۔

ملک کی خدمت | ہندوستان واپس آ کر اُنھوں نے بمبئی میں وکالت شروع کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کا شمار چوٹی

کے وکیلوں میں ہونے لگا۔ شروع شروع میں انھوں نے کانگریس میں بڑے جوش و خروش سے کام کیا۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔ ان دونوں قوموں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلی کانفرنس الہ آباد میں بلائی گئی۔ آپ اس کے روح رواں تھے۔ 1910ء میں آپ کو وائسرائے کی کونسل کا ممبر بنایا گیا۔ 1913ء میں آپ مسلم لیگ میں شریک ہو گئے اور آپ کے زور دینے پر ہی مسلم لیگ نے پہلی مرتبہ کھلے الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ ہندوستان کے لیے حکومت خود اختیاری چاہتی ہے۔ 1914ء میں آپ کانگریس کی طرف سے ولایت بھیجے گئے۔ ان دنوں ہندوستان کا انتظام کرنے کے لیے انگلستان میں انڈیا کونسل کے نام سے ایک کمیٹی قائم تھی۔ آپ کی کوشش یہ تھی کہ اس کونسل میں زیادہ سے زیادہ ہندوستانی ممبر لیے جائیں۔

ہندو مسلم اتحاد کی کوشش | آپ ایک عرصہ تک کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے ممبر رہے۔ آپ کا ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ ملک ہندو اور مسلمانوں کے اتحاد سے ہی آزاد ہو سکتا ہے۔ 1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کا سالانہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا۔ اس موقع پر مسلم لیگ کے جلسے کی صدارت خود قائد اعظم نے کی۔ اس زمانے میں انگریز جرمنی کے خلاف عالمی جنگ لڑ رہے تھے۔



بر صغیر کی فوج لاکھوں کی تعداد میں انگریزوں کی طرف سے جنگ میں شریک تھی ۔ اس موقع پر انگریزوں نے مجبور ہو کر یہ وعدہ کر لیا کہ جنگ کے خاتمے پر پاک و ہند کو حکومت خود اختیاری کا حق دے دیا جائے گا ۔ قائد اعظم سمجھتے تھے کہ آزادی حاصل کرنے کا یہ سنہری موقع ہے ۔ اس وقت ہندو مسلمان میں سمجھوتہ ہونا نہایت ضروری ہے ۔ ان کی کوششوں سے دونوں قوموں میں وہ سمجھوتہ قرار پایا جو ''میثاق لکھنئو،، کے نام سے مشہور ہے ۔ اس معاہدے کی بناء پر مسلمانوں کو علیحدہ نمایندگی کا حق مل گیا اور کانگریس نے بھی اس اصول کو تسلیم کر لیا ۔

ہوم رول تحریک | اس سے کچھ عرصہ پہلے مسز اینی بیسنٹ نے ''ہوم رول،، کے نام سے آزادی کی ایک تحریک شروع کی تھی ۔ آنھوں نے اپنے اخبار اور اپنی تقریروں کے ذریعے آزادی کے پیغام کو ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا تھا ۔ جب ہوم رول کی تحریک کا اثر بڑھنے لگا ، تو حکومت نے ان کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا ۔

محمد علی جناح ابھی تک ہوم رول تحریک سے علیحدہ تھے مگر جب تحریک کی بانی کو گرفتار کر لیا گیا تو آنھوں نے اس کے ممبر ہونے کا اعلان کر دیا اور اس تحریک میں بڑی سر گرمی سے حصہ لینا شروع کر دیا ۔

حکومت اس تحریک کے خلاف تھی۔ اس زمانے میں ہوم رول لیگ کے جلسے کی صدارت کرنا کسی ہمت والے ہی کا کام تھا، لیکن قائد اعظم نے بمبئی میں اس کے جلسے کی صدارت کی اور اس میں حکومت پر سخت نکتہ چینی کی۔ اس مرتبہ مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتوں کا بمبئی میں ایک جلسہ ہوا جس میں مسز اینی بیسنٹ کی نظر بندی پر غم و غصے کا اظہار کیا گیا اور دونوں جماعتوں نے اعلان کر دیا کہ ہوم رول والوں کے ساتھ مل کر ملک کی آزادی کے لیے کام کیا جائے۔ اس طرح قائد اعظم نے سب جماعتوں کو جمع کر کے ایک بار پھر متحدہ محاذ قائم کر دیا۔ ان کی متفقہ آواز کے سامنے حکومت کو جھکنا پڑا اور اس نے ہندوستانیوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دینے کا وعدہ کر لیا۔

وزیر ہند سے ملاقات | اس زمانے میں ہندوستان کے معاملات برطانوی وزارت کے ایک وزیر کے سپرد ہوتے تھے جو وزیر ہند کہلاتا تھا۔ وزیر ہند یہاں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ہندوستان آیا۔ قائد اعظم سے اس کی ملاقات ہوئی تو قائد اعظم نے اس کے سامنے ہندوستانیوں کے حقوق پر ایسی مؤثر تقریر کی کہ وزیر ہند کو کہنا پڑا "جناح بڑا قابل رہنما ہے۔ اس سے زیادہ بے انصافی کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنے ملک کے انتظام کرنے کا حق نہ دیا جائے۔"

وزیر ہند کے ولایت واپس جانے پر حکومت نے نئی اصلاحات کا اعلان کر دیا ۔ جن کو 1919ء کی اصلاحات کہتے ہیں ۔ ان اصلاحات میں ہندوستانیوں کو کچھ زیادہ حقوق نہیں دیے گئے تھے ، اس لیے انہیں ان اصلاحات سے سخت مایوسی ہوئی اور انھوں نے ان کی مخالفت شروع کر دی ۔ اس پر حکومت نے رولٹ بل کے نام سے ایک قانون بنایا جس کی رو سے حکومت کو اگر کسی شخص کے بارے میں یہ شبہ ہو جائے کہ وہ امن عامہ کے خلاف کچھ کرنے والا ہے ، تو بغیر مقدمہ چلائے اُسے نظر بند کیا جا سکتا ہے ۔

رولٹ بل کی مخالفت | اس زمانے میں قائد اعظم وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے ۔ آپ نے ایک تقریر میں اس قانون پر زبردست مخالفت کی اور اپنی تقریر میں حکومت سے دریافت کیا "ہندوستانیوں پر اس قانون کا بم گرانے کی کیا ضرورت تھی ۔ کیا ہم لوگ اچانک جرائم پیشہ ہو گئے ہیں یا حکومت کے لیے خطرے کا باعث بن گئے ہیں ؟" لیکن حکومت اس قانون کو نافذ کرنے پر تلی ہوئی تھی چنانچہ آپ کی مخالفت کے باوجود یہ بل قانون بنا دیا گیا اس پر آپ نے وائسرائے کو ایک خط کے ذریعے واضح کر دیا کہ "میں ایسی حکومت کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتا جو نہ تو لوگوں کے نمایندوں کی

رائے کا لحاظ کرتی ہے اور نہ عوام کے جذبات کا احترام کرتی ہے۔ ایسی حکومت کسی طرح بھی مہذب کہلانے کی حق دار نہیں۔،، ان الفاظ کے ساتھ آپ نے کونسل کی ممبری سے استعفیٰ دے دیا۔

بمبئی کے ٹاؤن ہال میں جلسہ | جس زمانے میں حکومت لوگوں پر اس قسم کی زیادتیاں کر رہی تھی ان دنوں بمبئی کا گورنر لارڈ ولنگڈن ہندوستان سے رخصت ہو رہا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں لوگوں نے بڑی سختیاں جھیلی تھیں۔ اس کی واپسی پر کچھ سرکار پرست اس کی خدمت میں الوداعی ایڈریس پیش کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے بمبئی کے ٹاؤن ہال میں ایک جلسے کا انتظام کیا لیکن قائد اعظم نے عین موقع پر پہنچ کر اس جلسے کو ناکام بنا دیا۔ اس دن وہاں بڑا زبردست مجمع تھا۔ اس موقعے پر آپ نے لوگوں کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا ”آج ہم نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ دفتری حکومت ہمیں خوف زدہ نہیں کر سکتی۔ آج کا دن بمبئی کی تاریخ میں جشن کا دن ہے۔ جائیے اور خوشیاں منائیے، آج جمہوریت کی فتح اور نصرت کا دن ہے۔،، لوگوں نے اس دن کی یاد منانے کے لیے اپنے چندے سے بمبئی میں ایک عظیم الشان ہال تعمیر کرایا جسے ”جناح ہال،، کہتے ہیں۔

ہندو مسلم سمجھوتے کی کوشش | تحریک خلافت کے زمانے

میں ہندو مسلم اتحاد پورے عروج پر تھا ۔ اس کے بعد ایسی ہندو تحریکیں اٹھیں ، جنھوں نے اس اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ۔ اس زمانے میں قائد اعظم ان چند ہستیوں میں سے تھے جو ہندو اور مسلمان کو قریب لانے کی برابر کوشش کر رہے تھے ۔ ہندوؤں کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ مسلمان علیحدہ نمایندگی کے مطالبے سے دست بردار ہو جائیں ۔ قائد اعظم نے 1927ء میں مسلمان لیڈروں کی ایک کانفرنس بلائی جس میں مسلمان علیحدہ نمایندگی کو ترک کرنے پر تیار ہو گئے ، لیکن جب کانگریس نے مسلمانوں کے مطالبات پر بحث کرنے کے لیے کل جماعتوں کی ایک کانفرنس بلائی تو اس میں کٹر ہندو لیڈروں نے ان تجاویز کی سخت مخالفت کی ۔ اس کے بعد کانگریس نے اس معاملے پر غور کرنے کے لیے نہرو کمیٹی بنائی تو اس نے مسلمانوں کے تمام مطالبات ایک ایک کر کے مسترد کر دیے ۔ اس پر مولانا محمد علی مرحوم نے کہا تھا "نہرو رپورٹ کا مقصد ہندوؤں کے تسلط کو برقرار رکھنا ہے۔"

اس کے بعد جب کلکتہ میں آل پارٹیز کانفرنس کا دوبارہ اجلاس ہوا تو اس میں ہندو مہاسبھا نے اعلان کر دیا کہ اگر نہرو رپورٹ کا ایک شوشہ بھی بدلا گیا تو مہاسبھا کانفرنس سے علیحدہ ہو جائے گی ۔ اس کانفرنس میں قائد اعظم نے بھی شرکت کی تھی ۔ انھیں ہندو لیڈروں کے اس رویے پر بے حد افسوس ہوا ۔ اس مایوسی کے عالم میں

آنھوں نے فرمایا ''اب ہندو اور مسلمانوں کے راستے علیحدہ علیحدہ ہو چکے ہیں اور ان کے ایک ساتھ چلنے کی کوئی اُمید نہیں۔'' اسی مایوسی کے عالم میں آپ نے ہندوستان چھوڑ کر لندن میں رہنے کا فیصلہ کر لیا آنھوں نے خود کہا: ''میں نے محسوس کیا کہ نہ تو میں ہندوستان کی امداد کر سکتا ہوں، نہ ہندوؤں کی ذہنیت کو بدل سکتا ہوں اور نہ ہی مسلمانوں کو ان کی خطرناک حالت کا احساس دلا سکتا ہوں۔ ان حالات میں میں نے لندن میں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

مسلم لیگ کی صدارت 1932ء میں مسلمان رہنماؤں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر مسلمانوں کو ہندوؤں میں عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنا ہے تو آنھیں چاہیے کہ وہ مسلم لیگ کو دوبارہ زندہ کریں۔ مولانا محمد علی نے بھی آپ کو واپسی کا مشورہ دیا۔ اس زمانے میں لیاقت علی خاں انگلستان میں تھے، آنھوں نے قائد اعظم سے کہا کہ اس وقت مسلمانوں کو ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جسے کوئی لالچ نہ دیا جا سکے اور نہ ہی اسے خریدا جا سکے۔ آج قوم کو آپ کی جتنی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ آپ ہی قوم کو بچا سکتے ہیں۔ اس پر آپ 1934ء میں وطن واپس آ گئے اور قوم نے متفقہ طور پر آپ کو مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا۔

حکومت برطانیہ نے آئینی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے لندن میں تین گول میز کانفرنسیں کیں مگر ہر مرتبہ محض ہندوؤں کی ضد کی وجہ سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ ایک بار تو بات چیت محض اتنی سی بات پر ختم ہو گئی کہ مسلمان اسمبلی میں ایک زائد نشست کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن ہندوؤں نے اس کو منظور نہ کیا۔ دوسری کانفرنس میں مسٹر گاندھی بھی شریک ہوئے۔ انھوں نے اس موقع پر کہا تھا "ہندوؤں کو مسلمانوں کے مطالبات پر غور کرنے کے لیے آمادہ کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی کو سر کرنا۔"

1935ء کا آئین آخر کار جب ہندو اور مسلمان لیڈروں میں سمجھوتہ نہ ہو سکا تو حکومت برطانیہ نے اپنی طرف سے 1935ء کی نئی اصلاحات کا اعلان کر دیا۔ جن کے تحت نئے سرے سے انتخابات ہوئے اور کانگریس نے چھ صوبوں میں وزارتیں بنا لیں۔ انھوں نے ان وزارتوں میں مسلم لیگ کا کوئی نمایندہ نہ لیا۔ اقتدار ہاتھ میں آتے ہی ان وزارتوں نے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کر دیا اور اردو زبان کے خلاف ایک زبردست مہم شروع کر دی۔ "بندے ماترم" کو قومی گیت قرار دیا۔ اس گیت کے ایک ایک لفظ سے مسلم دشمنی ٹپکتی تھی۔ سکولوں میں بچوں کو مسٹر گاندھی کی تصویر کو ہاتھ جوڑ کر سلام کرنے پر

مجبور کیا جانے لگا ۔ بعض سکولوں میں مورتی کی پوجا بھی کی جانے لگی ۔ ان صوبوں میں ہندو مسلم فسادات بھی شروع ہو گئے تھے ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کانگریسی وزارتوں نے جنگ عظیم کے شروع ہونے کے بعد استعفی دیے تو پاک و ہند کے مسلمانوں نے یوم نجات منایا ۔ ان فسادات کی تحقیقات کے لیے مسلم لیگ نے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی جس نے کانگریس کی زیادتیوں پر زبردست احتجاج کیا تھا ۔

قرار داد پاکستان | اب تک مسلم لیگ برابر یہی کوشش کرتی رہی کہ کانگریس کے ساتھ کسی نہ کسی طرح سمجھوتے کی کوئی صورت نکل آئے لیکن کانگریسی حکومتوں کے رویے سے مسلمانوں میں عام بد دلی پھیل گئی تھی ۔ اب ان کے لیے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ اپنے لیے ایک آزاد ریاست کا مطالبہ کریں ۔ اس مطالبے کو 1940ء میں لیگ کے اس سالانہ اجلاس میں منظور کیا گیا جو لاہور میں منعقد ہوا تھا ۔ اس قرار داد کی رو سے مسلمانوں نے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ وہ ہندوستان کے لیے کوئی ایسا دستور یا حکومت کا خاکہ منظور نہیں کریں گے جس میں مندرجہ ذیل اصولوں کا خیال نہ رکھا جائے گا ۔

”ہندوستان کو ایسے منطقوں یا علاقوں میں تقسیم کر دیا جائے جن میں ایک ہی قوم یا فرقے کی اکثریت ہو ۔ اس کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صوبوں کی سرحدیں نئے

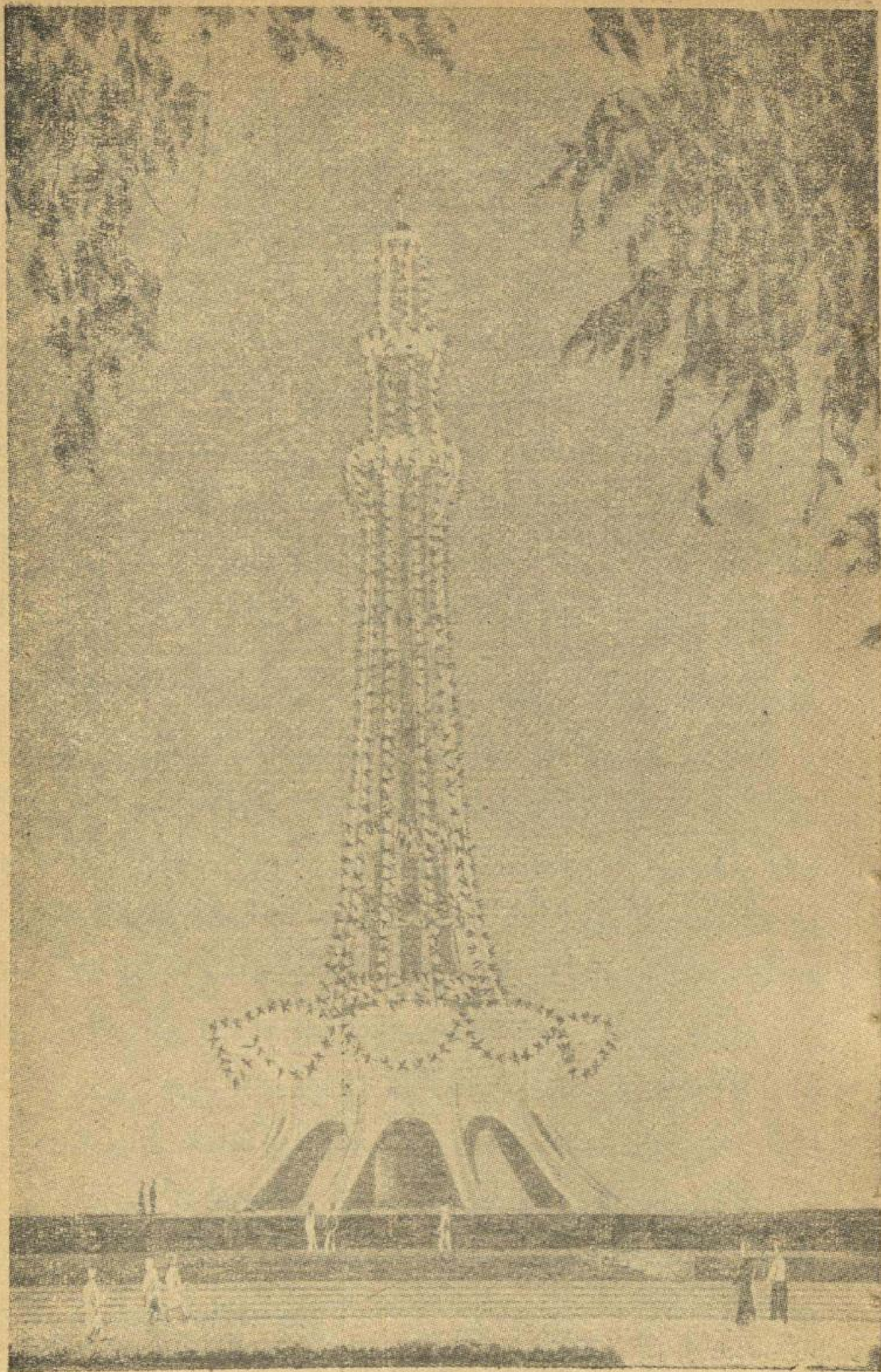
سرے سے بنا دی جائیں۔ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں، ان کو اس طرح اکٹھا کر دیا جائے کہ ملک میں دو آزاد ریاستیں قائم ہو سکیں۔ یہ ریاستیں خود مختار ہونی چاہییں۔،، لاہور کے اجلاس نے محض ایک قرار داد ہی منظور نہیں کی بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ پاکستان بنانے کا اعلان کر دیا تھا۔

1939ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہو چکی تھی انگریزوں کو اس وقت جنگی تیاریوں کے لیے پاک و ہند کے لوگوں کی امداد کی بڑی ضرورت تھی۔ کانگریس نے اس موقع کو سودا بازی کے واسطے غنیمت جانا۔ اُنھوں نے مطالبہ کیا کہ پاک و ہند کی آزادی کا اعلان کر کے حکومت ان کے حوالے کر دی جائے۔ جب حکومت نے اس مطالبے کو رد کر دیا تو کانگریسی حکومت نے استعفیٰ دے دیے۔

کرپس کی تجاویز | 1940ء میں لڑائی نے زیادہ زور پکڑ لیا اور جرمنی کی فتوحات کا سلسلہ تیزی سے بڑھنے لگا۔ ادھر جاپانیوں نے جنوب مشرقی ایشیا میں بہت سے ملک فتح کر لیے اور بڑھتے بڑھتے برما تک آ پہنچے۔ کلکتہ پر بم باری بھی کی گئی۔ ان حالات میں انگریزی حکومت کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ اُنھیں یہاں کے لوگوں کے دل ہاتھ میں رکھنے چاہییں۔ اس پر حکومت نے اپنے ایک

وزیر مسٹر کرپس کو نئی تجاویز کے ساتھ بھیجا ، جن میں یقین دلایا گیا تھا کہ جنگ کے بعد بر صغیر کو آزادی دے دی جائے گی مگر اب کانگریس کے لیڈروں کو یقین ہو چکا تھا کہ انگریزوں کو شکست ہونے والی ہے لہذا وہ جاپان کے ساتھ بہتر سودا بازی کر سکیں گے۔ اس موقع پر مسٹر گاندھی نے کہا کہ ”کرپس ہمیں ایسے بنک کا چیک پیش کر رہا ہے جو دیوالیہ ہو چکا ہے۔“ کرپس کی تجاویز کو لیگ اور کانگریس دونوں نے نا منظور کر دیا ۔ اس وقت تک کانگریس کے بعض سمجھ دار لوگوں کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ وہ لیگ کے ساتھ سمجھوتہ کیے بغیر ملک کو آزادی نہیں دلا سکتے ۔ اس لیے کانگریس کے لیڈر راج گوپال اچاریہ نے کانگریس کے سامنے پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے کی تجویز پیش کی لیکن فرقہ پرست ہندوؤں نے ان کی ایک نہ چلنے دی ۔ خود مسٹر گاندھی کا کہنا تھا کہ پاکستان بنانا تو ایسا ہی ہے جیسے کسی گائے کے دو ٹکڑے کر دینا ۔

”ہندوستان چھوڑ دو کی مہم“ کرپس کے روانہ ہونے کے بعد کانگریس نے انگریزوں کے خلاف ”ہندوستان چھوڑ دو“ کی تحریک شروع کی ، یہ حکومت کے خلاف بغاوت کا کھلا اعلان تھا ۔ اس پر ملک بھر میں تشدد کا طوفان امڈ آیا ۔ ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ دی گئیں ، تار کاٹ دیے گئے ،



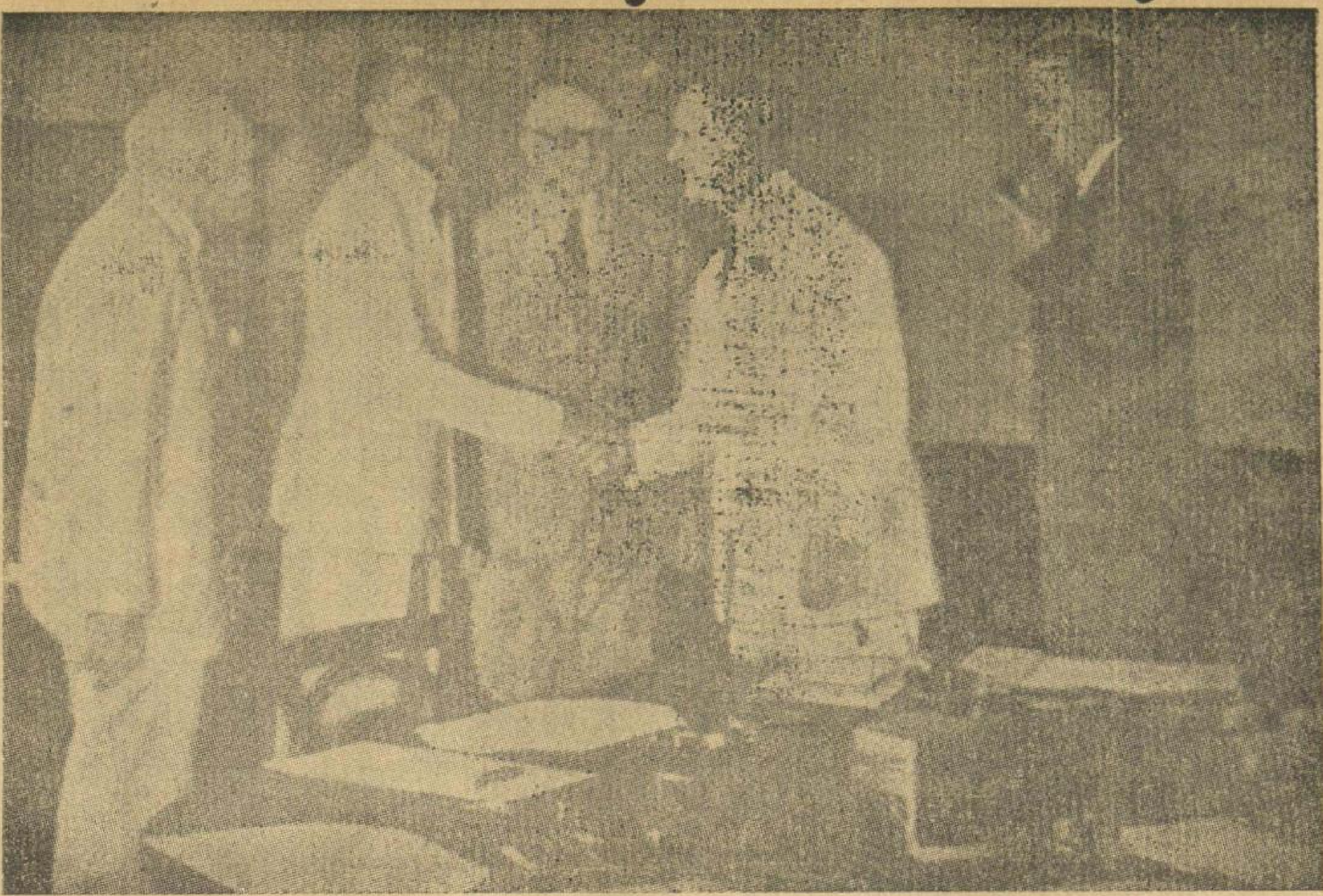
مینارِ پاکستان

سرکاری عمارتوں کو آگ لگا دی گئی ۔ کانگریس کا خیال تھا کہ وہ حکومت کے پورے نظام کو تہ و بالا کر دے گی ۔ کانگریس نے عدم تعاون کے زمانے میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایسی تحریک چلائی تھی ، جس نے حکومت کا نظام درہم برہم کر دیا تھا ۔ اب اُسے خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے بغیر بھی ایسی تحریک چلا سکتی ہے لیکن یہ اندازہ غلط نکلا ۔ حکومت نے فوری طور پر قدم اُٹھایا ۔ کانگریس کے لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور چند ہفتوں کے اندر اندر انتظام حکومت کو دوبارہ بحال کر دیا گیا ۔

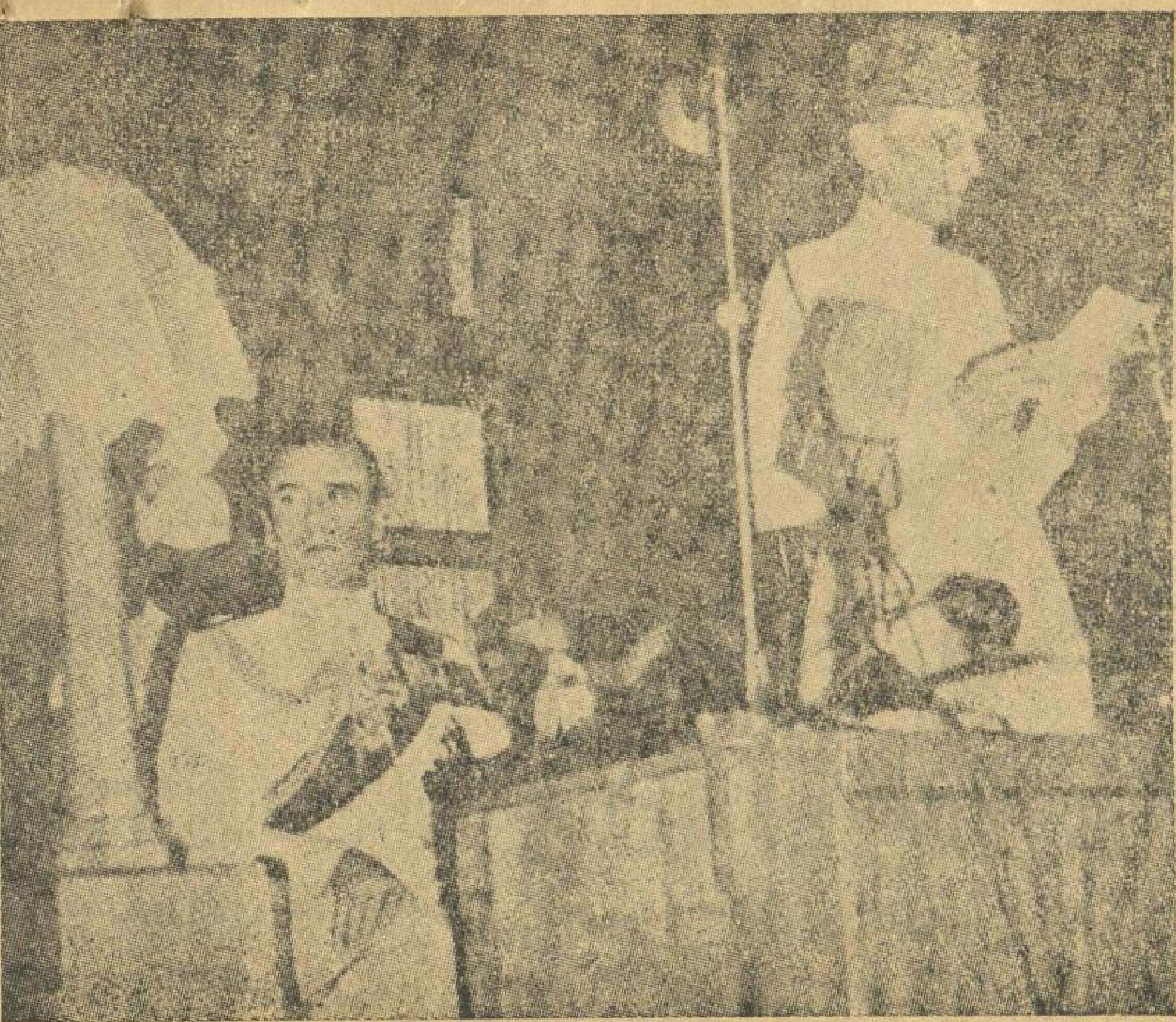
1945ء میں جنگ ختم ہو رہی تھی ۔ اس زمانے میں وائسرائے نے شملہ میں مسلم لیگ اور کانگریسی لیڈروں کی ایک کانفرنس بلائی تا کہ دونوں جماعتوں کی ایک ملی جلی وزارت بنائی جا سکے مگر کانگریس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ کانفرنس کامیاب نہ ہو سکی ۔ کانگریس کا یہی اصرار تھا کہ چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمایندہ جماعت نہیں ، اس لیے وزارت میں ایسے مسلمان وزیر لیے جائیں جو لیگ کے ممبر نہ ہوں ۔ کانگریس کا دعویٰ یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلم عوام اس کے ساتھ ہیں ۔ اس پر لیگ نے کانگریس کا یہ چیلنج قبول کر لیا اور یہ طے پایا کہ عام انتخابات کے ذریعے اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ مسلم عوام کس کے ساتھ ہیں ۔

انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی | 1946ء میں نئے انتخابات ہوئے۔ اس موقع پر لیگ نے قوم کے نام اپیل شائع کی اور قوم نے اس آواز پر لبیک کہی۔ کام کرنے والوں کا ملک میں جال پھیل گیا۔ انھوں نے ملک کے طوفانی دورے کیے اور جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچا دیا۔ اس کام میں طلبا اور طالبات نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ صوبائی اسمبلیوں میں لیگ نے 497 مسلم نشستوں میں سے 428 حاصل کیں۔ مرکز کی 30 نشستوں میں سے لیگ نے تمام کی تمام جیت لیں اور پنجاب اسمبلی کی کل 175 نشستوں میں سے 86 حاصل کر لیں۔

سول نافرمانی کی تحریک | پنجاب میں مسلم لیگ پارٹی کے ممبر دوسری پارٹیوں سے زیادہ تھے لیکن اس کے باوجود کانگریس نے دوسری پارٹیوں کے ساتھ ساز باز کر کے مخالف وزارت بنا لی اور خضر حیات کو وزیر اعلیٰ بنا دیا۔ نئی وزارت نے سیاسی جلسوں اور جلوسوں پر پابندی لگا دی۔ اس پر مسلم لیگ نے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلائی، جو نہایت منظم تھی۔ اس میں ہزاروں مردوں اور عورتوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ جب جیل بھر گئے تو پولیس رضاکاروں کو لاریوں میں بھر کر، شہروں سے دور فاصلے پر لے جا کر چھوڑ آتی۔ یہ تحریک



وزارتی مشن کے ممبر



اعلانِ پاکستان

پانچ ہفتے جاری رہی۔ آخر مجبور ہو کر خضر حیات نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور سیاسی میدان لیگ کے لیے خالی کر دیا۔ صوبہ سرحد میں ان دنوں کانگریس کی وزارت تھی۔ مسلم لیگ نے اس کے خلاف بھی عوامی تحریک چلائی جس میں مسلم لیگ کے تقریباً تمام لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ جیلیں قیدیوں سے بھر گئیں، لیکن مسلم لیگ کے جلوس نکلتے رہے اور عدالتوں اور تھانوں کی ناکہ بندی ہوتی رہی۔ اس تحریک میں مسلمان عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہی دنوں مسلم لیگ نے آسام میں بھی سول نافرمانی کی تحریک جاری کی۔

وزارتی مشن کی تجاویز | 1946ء میں برطانیہ کے تین وزیر لارڈ پیتھک لارنس، سر الیگزنڈر اور سر کرپس ایک نئی تجویز لے کر آئے۔ اسے وزارتی مشن کی سکیم کہتے ہیں۔ اس تجویز کے مطابق صوبوں کے تین گروپ بنائے گئے تھے جن میں دو گروپ ان صوبوں کے تھے، جہاں مسلمان اکثریت میں تھے۔ اس تجویز کو کانگریس نے منظور تو کر لیا لیکن مسٹر نہرو نے کھلے الفظا میں یہ بھی کہہ دیا کہ قانون ساز اسمبلی جس میں ہندو ممبروں کی اکثریت تھی، جب چاہے ان گروپوں کو ختم بھی کر سکتی ہے۔ اس پر قائد اعظم نے کہا "کیا اس طرح کانگریس انگریزوں کی سنگینوں کی امداد سے مسلمانوں پر اپنی حکومت مسلط کر سکے گی؟"

مشن کے واپس جانے کے بعد دستور ساز اسمبلی کا انتخاب ہوا۔ اس میں پانچ نشستوں کے علاوہ تمام مسلم نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کیں اس کے بعد مرکز میں ایک عارضی حکومت قائم کی گئی جس میں کانگریس اور لیگ دونوں کے وزیر شامل تھے لیکن ان کے اختلافات اتنے گہرے تھے کہ حکومت کا کاروبار معطل ہو کر رہ گیا۔

اعلان آزادی | شروع 1947ء میں برطانیہ کے وزیر اعظم نے اعلان کر دیا کہ ہندوستان کو ایک سال کے اندر اندر آزاد کر دیا جائے گا۔ اس کام کی تکمیل کے لیے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو گورنر جنرل مقرر کر کے بھیجا گیا۔ پنجاب اور بنگال، مسلم اکثریت کے صوبے تھے۔ ان کو پورے کا پورا پاکستان میں شامل کرنا چاہیے تھا لیکن گورنر جنرل کانگریس کا حامی تھا۔ اس نے لیگ کو مجبور کیا کہ وہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر رضا مند ہو جائے۔ اس طرح پنجاب اور بنگال کے وہ ضلعے جن میں غیر مسلموں کی آبادی زیادہ تھی علیحدہ کر دیے گئے۔ ان کی پکی سرحدیں بنانے کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا گیا اور اس کے صدر کو آخری فیصلہ کا حق دے دیا گیا۔ کمیشن کا صدر ایک انگریز ماہر قانون ریڈ کلف تھا۔ اس نے نہایت بے انصافی سے بعض ایسے علاقے جن میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، ہندوستان میں شامل کر دیے۔ اس میں سے مشرقی پنجاب کا ضلع

گورداسپور بھی تھا ۔ اس طرح سے ہندوستان کی سرحد کشمیر کے ساتھ مل گئی اور اس کی فوجوں کو کشمیر میں داخل ہونے کا راستہ مل گیا ۔ اس ناجائز تقسیم نے دونوں ملکوں کے درمیان کشمیر کا ایک مستقل جھگڑا پیدا کر دیا ۔ ان دنوں صوبہ سرحد میں کانگریس کی حکومت تھی ۔ مشرق میں سلہٹ کا علاقہ بھی آسام کے صوبے میں شامل تھا ۔ اس میں بھی مسلمانوں کی اکثریت تھی ۔ ان دونوں علاقوں میں عام رائے شماری کی گئی اور وہاں کے عوام نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا ۔ تقسیم کی اس تجویز کو لیگ اور کانگریس دونوں نے تسلیم کر لیا اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان اور ہندوستان کے نام سے دو نئی آزاد مملکتیں وجود میں آ گئیں ۔

سوالات

۱ - قائد اعظم نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کیا کیا کوششیں کیں ؟ ان کا کیا نتیجہ نکلا ؟

۲ - انھوں نے آزادی کی کون کون سی تحریک میں حصہ لیا ؟

۳ - مسلم لیگ نے یوم نجات کیوں منایا ؟

۴ - کرپس تجاویز کیا تھیں ؟ کانگریس نے انھیں کیوں نا منظور کیا ؟

۵ - کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک کیوں شروع کی ؟ اس کا نتیجہ کیا نکلا ؟

۶ - انتخاب میں مسلم لیگ کی کامیابی کے اسباب بیان کرو - اس کے بعد سول نا فرمانی کی تحریک کا آغاز کیوں کیا گیا ؟

۷ - مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھو ؟

دادا بھائی نورو جی - ہوم رول لیگ - رولٹ ایکٹ - میثاق لکھنؤ - قرار داد پاکستان -

عملی کام

ہم 14 اگست کو یوم آزادی مناتے ہیں - اس موقع پر اپنے گاؤں یا محلے کے جلسے کو خطاب کرنے کے لیے مندرجہ ذیل موضوع پر ایک تقریر لکھو "ہم نے آزادی کیسے حاصل کی ؟" تقریر میں قائد اعظم کے کردار کو تفصیل سے بیان کرو -

---

باب 6

قیام پاکستان

ابتدائی مشکلات | پاکستان بنا تو اس کی حکومت اور عوام کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کراچی کو دارالحکومت بنایا گیا۔ وہاں دفتروں کے لیے عمارتوں کی کمی تھی، دفتری ساز و سامان بھی نہیں تھا۔ کام کرنے والے عملے کی بھی کمی تھی۔ ابھی تک جو ٹرینیں ہندوستان سے آ رہی تھیں، ان پر حملے کیے جا رہے تھے۔ ہندوستان سے سرکاری ملازمین اور سامان کا پہنچنا مشکل ہو گیا تھا۔ کوئلے کی کمی کی وجہ سے ٹرینوں کے چلانے میں بھی مشکل پیدا ہو رہی تھی۔ ایسے حالات میں سرکاری محکموں کے لوگوں نے بڑی ہمت اور حوصلے سے کام کیا اور جو تھوڑا بہت سامان ملا، اسی سے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔

مہاجرین کے قافلے ابھی تک ہزاروں کی تعداد میں چلے آ رہے تھے۔ کروڑوں کا سرمایہ ملک سے باہر جا چکا تھا۔ غیر مسلموں کے چلے جانے سے تجارت اور صنعت کا کام درہم برہم ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں اور استادوں کی بھی کمی تھی، لیکن ان مشکلات کے باوجود اس نازک موقع پر قوم نے بے مثال جوش اور قربانی کا مظاہرہ کیا ہر شخص کے دل میں ایک ہی عزم اور ایک ہی لگن

تھی کہ کسی صورت میں بھی پاکستان ناکام نہ ہونے پائے۔ ان کے عزم اور ان کے ارادے نے تمام مشکلات پر قابو پا لیا اور پاکستان ترقی کے راستے پر گامزن ہو گیا۔

قائد اعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور لیاقت علی خاں پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں قائد اعظم کی صحت اچھی نہ تھی مگر اس کے باوجود انھوں نے اس نئے ملک کو سنبھالنے میں دن رات ایک کر دیا۔ وہ پاکستان کے لیے آخری دم تک کام کرتے رہے اور بستر مرگ پر بھی احکامات صادر کرتے رہے، لیکن ان کی کمزور صحت اس مسلسل محنت کو برداشت نہ کر سکی۔ آخر 11 ستمبر 1948ء کو ان کی وفات ہو گئی اور ان کی جگہ خواجہ ناظم الدین پاکستان کے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔

لیاقت علی خاں 1951ء میں شہید کر دیے گئے ان کی جگہ خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم اور ملک غلام محمد کو گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔

پاکستان کے قیام سے پہلے قائد اعظم نے کئی بار کہا تھا کہ پاکستان کا سیاسی نظام پارلیمانی جمہوریت کے انداز پر ہو گا۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو جمہوری نظام کا ڈھانچا پہلے سے موجود تھا۔ مرکز میں ایک دستور ساز اسمبلی تھی جو پارلیمنٹ کا کام بھی کرتی تھی۔ صوبوں میں صوبائی اسمبلیاں تھیں جو 1946ء کے عام انتخابات میں چنی گئی

تھیں ۔ قائد اعظم اور قائد ملت نے حکومت کو پارلیمانی روایتوں کے مطابق چلایا ۔ لیکن قائد اعظم اور ان کے تین سال بعد قائد ملت کی وفات کے بعد ملک میں پارلیمانی روایات کمزور ہوتی گئیں ۔ رفتہ رفتہ ایسے لوگ برسر اقتدار آ گئے جنھوں نے تحریک پاکستان کی جد و جہد میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا اور جو سرکاری ملازم ہونے کے باعث عوامی سیاست سے نا بلد تھے ۔ پارلیمانی نظام کو کمزور کرنے کی ذمہ داری بڑی حد تک ان ہی لوگوں پر ہے ۔

سیاسی بد عنوانیاں | پارلیمانی نظام میں جس پارٹی کی اکثریت ہوتی ہے ، اسی کا لیڈر وزیر اعظم بنایا جاتا ہے اور جب تک اسے اکثریت کی تائید و حمایت حاصل رہتی ہے اُسے برطرف نہیں کیا جا سکتا ۔ خواجہ ناظم الدین کو یہ اکثریت حاصل تھی مگر اُس کے باوجود 1953ء میں گورنر جنرل نے ان کو برطرف کر دیا ۔ اسی طرح صوبوں میں ایسی وزارتیں جنھیں اسمبلی کا اعتماد حاصل تھا الگ کر دی گئیں اور اسمبلیاں بھی توڑ دی گئیں ۔ 1954ء میں گورنر جنرل نے پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کو توڑ دیا ۔ برسر اقتدار لوگوں کے اشارے پر راتوں رات نئی پارٹیاں وجود میں آ گئیں ، جن کو عوام کی تائید حاصل نہ تھی ۔ ان غیر آئینی تبدیلیوں سے ملک میں جو افراتفری پھیلی اس میں اچھے اور ایماندار لوگ رفتہ رفتہ سیاست سے ہٹتے چلے گئے یا ہٹا دیے گئے اور خودغرض

لوگ سیاسی زندگی میں داخل ہو کر وزارت کی گدیوں پر قابض ہو گئے ۔ ان میں بہت سے لوگوں نے اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے حالات خراب سے خراب ہوتے گئے ۔

ان حالات کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ ملک کے لیے دستور بننے میں بہت وقت لگا ۔ آخر کار 1956ء میں یعنی پاکستان کے وجود میں آنے کے نو سال بعد دستور بنانے کا کام پورا ہوا ۔ یہ دستور پارلیمانی طرز کا تھا ۔ اس کی رو سے مملکت کا نام جمہوریہ پاکستان اور اس کے سربراہ کے عہدہ کا نام صدر پاکستان رکھا گیا ۔ نئے دستور کے مطابق الیکشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں ، کہ اکتوبر 1958ء میں ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا ۔ مرکز اور صوبوں میں تمام اسمبلیاں اور وزارتیں توڑ دی گئیں اور دستور کو ختم کر دیا گیا ۔ ملک میں گڑ بڑ پھیل رہی تھی ، لیکن مارشل لاء کا لگنا بجائے خود پاکستان کے مسائل کا کوئی اچھا حل نہ تھا ۔ قائد اعظم نے اعلیٰ ذاتی کردار کا جو نمونہ پیش کیا تھا ، دستوری حکومت کا جو انداز قائم کیا تھا اور سیاست کا جو نصب العین قوم کے سامنے رکھا تھا اس کو قوم نے فراموش کر دیا ۔ اب دوبارہ پارلیمانی طرز حکومت کے احیاء کی کوششیں ہو رہی ہیں اور امید ہے کہ مستقبل قریب میں ملک کے لیے ایسا

آئین بن سکے گا جو ہماری روایات اور ملی نصب العین کے تقاضوں کو پورا کر سکے گا۔

سوالات

۱ - پاکستان کو ابتدا میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ؟

۲ - قائداعظم کے بعد ہماری سیاسی زندگی میں کیا کیا خرابیاں پیدا ہو گئیں ؟ ان کا نتیجہ کیا نکلا ؟

باب 7

حکومت کا نیا دور

1958ء تا 1969ء

جس زمانے میں محمد ایوب خاں صدر مقرر ہوئے اس وقت ملک کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی تھی، قیمتیں برابر چڑھتی چلی جا رہی تھیں، چور بازاری بڑھ رہی تھی، ملک میں اناج کا قحط تھا، روزمرہ کی ضرورت کی اشیاء کا ملنا مشکل ہو رہا تھا، غیر ملکی سکے یا زر مبادلہ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا، سماج دشمن گروہوں کے حوصلے بڑھتے چلے جا رہے تھے اور وہ کھلے بندوں قانون کی خلاف ورزی کرنے لگے تھے۔

فوری اقدامات | نئی حکومت نے سب سے پہلے ضروری اشیاء کے نرخ مقرر کیے۔ سماج دشمن گروہوں کے خلاف ایک زبردست مہم کا آغاز کیا، چور بازاری کے مجرموں کو عبرت ناک سزائیں دیں۔ بہت سے لوگوں نے کئی سال سے حکومت کے ٹیکس ادا نہیں کیے تھے، ان کو ٹیکس ادا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس سے حکومت کو کروڑوں روپے وصول ہوئے۔

زرعی اصلاحات | ہمارے ملک کی آبادی بڑھ رہی ہے - اس کے ساتھ ساتھ ہماری غذائی ضروریات بھی بڑھ رہی ہیں - ہمارے ملک کی پہلی ضرورت یہی تھی کہ ہم اپنی زرعی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں لیکن ہمارے کسان زیادہ تر زمین کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے مالک تھے یا مزارع اور ہاری تھے - ان کی حیثیت مزدوروں سے بہتر نہ تھی - ہاریوں کو ان کی محنت کا پھل نہیں ملتا تھا - چونکہ وہ زمین کے مالک نہیں تھے، اس لیے وہ جی لگا کر کام بھی نہیں کرتے تھے - اُن کی محنت کا پھل زمیندار کی جیب میں چلا جاتا تھا -

مغربی پاکستان میں نصف سے زیادہ زمین بڑے زمینداروں کے قبضے میں تھی جو بڑے اثر اور رسوخ والے لوگ تھے اس سے پہلے جب بھی یہ کوشش کی گئی کہ زمین منصفانہ طور پر تقسیم ہو تو اس میں کامیابی نہ ہوئی - ان اصلاحات سے پہلے ہمارے دیہات میں زیادہ آبادی غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہی تھی - دیہی علاقوں کے ووٹوں پر بڑے زمیندار چھائے ہوئے تھے اور انتخابی حلقوں پر ان کا پورا پورا قبضہ تھا - ان جاگیرداروں کی سیاسی طاقت کو اسی طرح ختم کیا جا سکتا تھا کہ ان کی جاگیرداریاں توڑ کر زمین کو زیادہ سے زیادہ لوگوں میں بانٹ دیا جائے -

مشرقی پاکستان میں زرعی اصلاحات کافی پہلے سے نافذ ہو

چکی تھیں ۔ نئی حکومت نے ان کو مغربی پاکستان میں بھی نافذ کر دیا ۔ ان کی رو سے کوئی زمیندار پانچ سو ایکڑ نہری یا ایک ہزار ایکڑ بارانی سے زیادہ زمین نہیں رکھ سکتا ۔ اس طرح سے بڑے زمینداروں سے جو زاید زمین حاصل ہوئی اسے مزارعین اور مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔ اس سے پہلے زمیندار اکثر مزارعین کو زمینوں سے بے دخل کر دیا کرتے تھے ۔ اب ان کو آسانی سے نکالا نہیں جا سکتا ۔ اس بات کا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی زمینوں کو اکٹھا کر دیا جائے تاکہ زمیندار کو زمین کی کاشت میں دقت نہ ہو ۔

مغربی اور مشرقی پاکستان میں نئی اصلاحات سے زرعی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آ رہی ہے ۔ زرعی اصلاحات کے تحت اب ہمارے زمیندار پہلے سے کہیں زیادہ کام کر رہے ہیں اور غلہ اگا رہے ہیں ۔ وہ مشینوں سے کام لے رہے ہیں اور کیمیائی کھاد اور عمدہ بیج استعمال کر رہے ہیں ۔

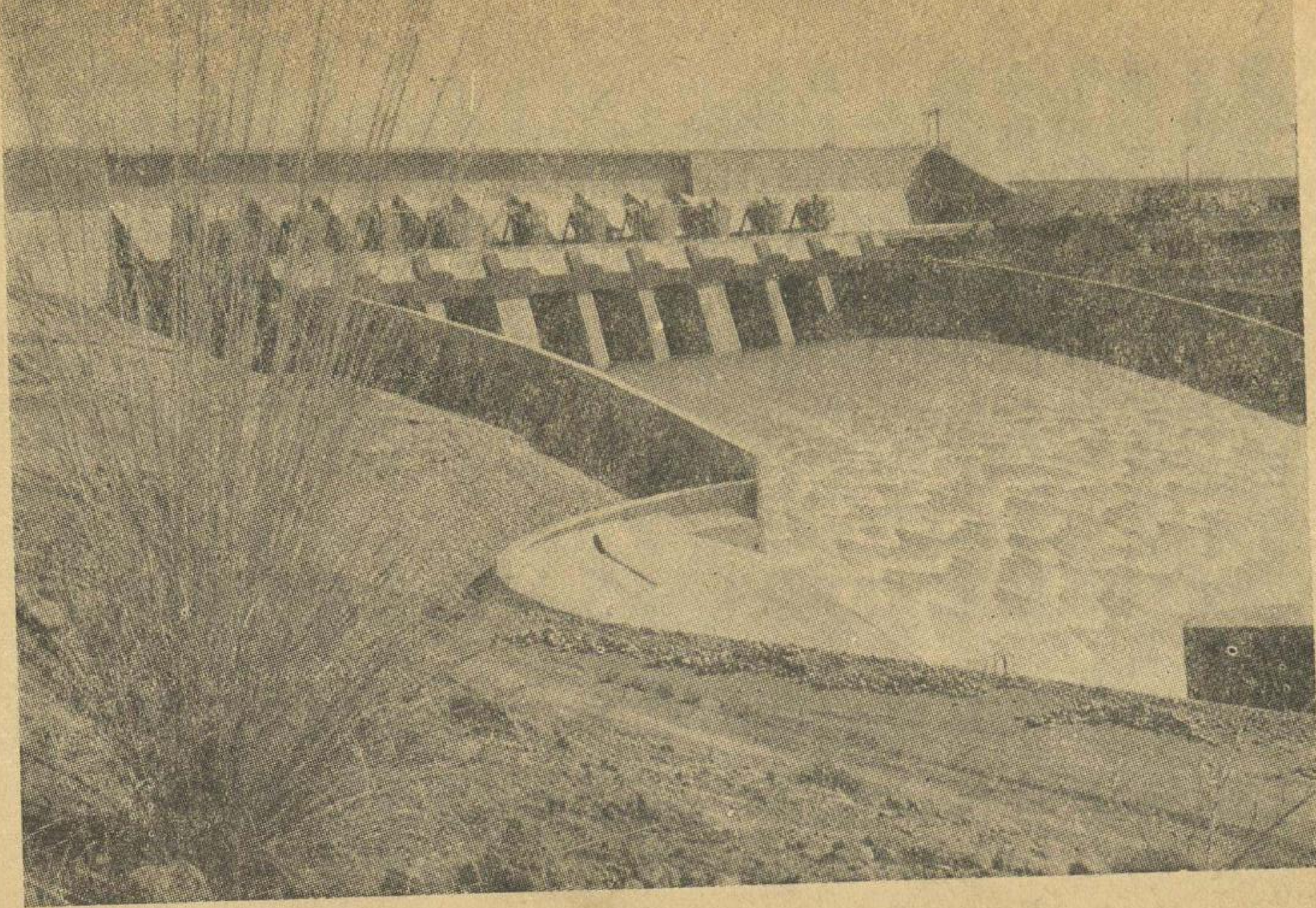
نہری پانی کا مسئلہ جب 1947ء میں پاکستان و ہند کی حد بندی ہوئی تو ہماری نہروں کے ہیڈ ورکس ہندوستان میں رہ گئے ۔ ہندوستان نے تھوڑے عرصے کے بعد ہی ان نہروں کو پانی دینا بند کر دیا جس سے خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہماری لاکھوں ایکڑ زمین بنجر ہو کر نہ رہ جائے ۔

اس مجبوری کی حالت میں پاکستان کے نمایندوں نے ان حقوق کو جو ہمیں ان دریاؤں پر حاصل تھے ہندوستان کے حوالے کر دیا اور اس پر اتفاق کر لیا کہ ہندوستان ان نہروں کا پانی آہستہ آہستہ کم کرے گا اور پاکستان اس کمی کو دوسرے ذرائع سے پورا کرے گا۔ اس کے بعد عالمی بنک ذریعے سے یہ فیصلہ ہوا کہ تین مشرق دریاؤں کے استعمال کا حق ہندوستان کو حاصل ہو اور تین مغربی دریاؤں کے پانی کا پاکستان کو۔ پاکستان میں پانی کی کمی پوری کرنے کے لیے جو نئی نہریں بنانی پڑیں گی، ان کی تعمیر کا خرچ ہندوستان ادا کرے گا۔ ہندوستان اس فیصلے پر عمل کرنے سے ٹال مٹول کرتا رہا، یہاں تک کہ اسی نے اعلان کر دیا کہ وہ 1962ء تک ان نہروں کا پانی بند کر دے گا۔ اس وقت صاف نظر آ رہا تھا کہ ہندوستان ایک تو نئی نہروں کے بنانے میں روڑے اٹکاتا رہے گا، دوسرے عین وقت پر پانی بند کر کے پاکستان کو زبردست نقصان پہنچائے گا۔ لیکن حکومت نے اس جھگڑے کو بہت خوبی سے نپٹایا اور اس طرح ملک کی زراعت کو خطرے سے بچا لیا۔ نئی نہروں کے سلسلے میں حکومت نے فیصلہ کیا کہ منگلا اور تربیلا کے مقام پر دو بند بنائے جائیں۔ اس کے علاوہ کئی ایک اور نہریں بھی تعمیر کی جائیں۔ اس بارے میں حکومت نے عالمی بنک سے بھی بات چیت کی اور اسے اس بات پر رضا مند کر لیا کہ منگلا کے بند کے لیے 74 کروڑ

ڈالر سے زاید امداد دی جائے۔ اس کے علاوہ عالمی بنک نے تربیلا بند کے لیے بھی 35 کروڑ ڈالر دیے جس کی تکمیل کا کام بڑی تیزی سے ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی طے ہو گئی کہ ان نہروں کی تعمیر کے دوران ہندوستان اپنی نہروں سے ہمیں پانی مہیا کرتا رہے گا۔ اس کی عبوری مدت دس سال رکھی گئی جو بعد میں بڑھائی بھی جا سکتی تھی مگر اپریل 1970ء میں یہ معاہدہ ختم ہو گیا۔

سندھ کے طاس کا منصوبہ دنیا میں اپنی قسم کا سب سے بڑا پروگرام ہے۔ اس پر کل لاگت ایک ارب سات کروڑ ڈالر آئے گی۔ حکومت نے اپنی کوششوں سے منگلا کا بند مقررہ مدت سے ایک سال پہلے مکمل کر لیا ہے۔ اب تربیلا بند پر بھی کام شروع ہو چکا ہے۔ آمید ہے کہ ہم اس منصوبے کو بھی تھوڑے وقت میں مکمل کر لیں گے۔ اس کے بعد ہم پانی کی بہم رسانی کے لیے ہندوستان کے محتاج نہیں رہیں گے۔

دریائے سندھ کے نظام آبیاری کے تحت دنیا میں یہ اپنی قسم کے سب سے بڑے بند ہوں گے۔ منگلا ڈیم کے نام سے ایک بند دریائے جہلم پر بن چکا ہے۔ جس کا افتتاح نومبر 1967ء میں کیا گیا۔ دوسرا بند بالائی سندھ پر بنایا جا رہا ہے۔ ان دو کے علاوہ پانچ بند اور آٹھ ایسی نہریں بنائی جا رہی ہیں جن کے ذریعے ان دریاؤں کا پانی ان



منگلا ڈیم

علاقوں میں لے جایا جا سکے گا جو پہلے پنجاب کے مشرقی دریاؤں سے سیراب ہوتے تھے۔ ان کے ذریعے بہت بڑی مقدار میں بجلی بھی تیار کی جائے گی، ٹیوب ویل لگائے جائیں گے اور سیم اور تھور کے علاقوں سے پانی کی نکاسی بھی کی جائے گی۔

تعلیمی اصلاحات | 1958ء میں نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے ایک تعلیمی کمیشن مقرر کیا گیا۔ اس کمیشن کا مقصد یہ تھا کہ تعلیم کا معیار بلند ہو اور تعلیم سے صرف امیروں کے بچوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو بلکہ ہر ذہین بچے کو اچھی تعلیم کا موقع ملے۔

ملک کی صنعت، تجارت اور زراعت کو ترقی دینے کے لیے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کو پھیلانے اور بڑھانے میں امداد دیں۔ اس لیے کمیشن نے صنعتی تعلیم پر خاص طور سے زور دیا۔ اب ہمارے ہاں صنعتی سکولوں کی تعداد روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ دونوں حصوں میں انجینئرنگ اور زرعی یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور عام سکولوں میں بھی صنعتی مضامین پڑھائے جا رہے ہیں۔

کمیشن کی رائے تھی کہ طلبا کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ ان کے لیے اچھی عمارتیں، اچھی تجربہ گاہیں اور اچھی لائبریریاں بنائی جائیں۔ کھیل اور تفریح کی بھی زیادہ آسانیاں ہوں۔ ان کے خیال میں

ہمیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ مشرق اور مغربی پاکستان کے عوام ایک دوسرے کے قریب آ جائیں۔ وہ سب ایک خیال کے ہو جائیں، اور ان میں وطن کی محبت کا جذبہ ترقی پائے۔ اس کے لیے کمیشن نے یہ سفارش کی ہے کہ تمام ملک میں ایک ہی نصاب رائج کیا جائے، طلبا کو وظیفے دیے جائیں تاکہ ایک علاقے کے طالب علم دوسرے علاقے میں تعلیم حاصل کر سکیں اور اس طرح انہیں آپس میں میل ملاپ کے زیادہ مواقع مل سکیں۔ کمیشن کی سفارشوں کے بعد ہمارے ہاں تعلیم میں ہر لحاظ سے ترقی ہو رہی ہے اور سکولوں اور کالجوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔

آئینی اصلاحات | محمد ایوب خاں کی حکومت نے ایک نئے آئین کا نفاذ بھی کیا۔ اب تک ہمارے ہاں پارلیمانی طرز حکومت چلا آ رہا تھا۔ اس حکومت نے نئے آئین کی بنیاد صدارتی نظام پر رکھی۔

1962ء کے آئین میں صدر کو منتخب کرنے کا حق بالغ شہریوں کی بجائے بنیادی جمہوریتوں کے ممبروں کو دیا گیا تھا۔ ان کی کل تعداد اسی ہزار تھی صوبائی اسمبلیوں اور مرکزی اسمبلی کے ممبروں کا انتخاب بھی یہی لوگ کرتے تھے۔ ان اسی ہزار ممبروں نے محمد ایوب خاں کو صدر

منتخب کیا اور پانچ سال کے بعد ان کو دوسری مرتبہ صدر چنا گیا۔

مہاجرین کی آبادکاری پچھلی حکومتوں نے مہاجرین کے بسانے کے لیے کوئی خاص قدم نہیں اٹھایا تھا۔ پہلا مارشل لاء جاری ہونے کے تین ماہ کے اندر اندر اس کام کا آغاز کر دیا گیا۔ دعویداروں میں نئی زمینیں تقسیم کر دی گئیں۔ مہاجرین کے بسانے کے سلسلے میں بھی بہت کام کیا گیا۔ بے گھر مہاجرین کو آباد کرنے کے لیے فوری تدابیر کی گئیں۔ کراچی سے باہر کورنگی کالونی کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور پانچ ماہ کے اندر اندر پندرہ ہزار کوارٹر بن کر تیار ہو گئے۔ ایسی ہی نئی بستیاں لاہور کراچی اور ڈھاکہ میں بھی بنائی گئیں۔

مزدوروں کے لیے سہولتیں ہمارے ملک میں کارخانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ حکومت نئے کارخانے لگانے کے لیے کارخانہ داروں کو ہر قسم کی امداد دے رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مزدوروں کی بہتری کا بھی خاص خیال رکھتی ہے۔ مزدور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے مزدور انجمنیں بناتے ہیں جن کو ''ٹریڈ یونین،، کہتے ہیں۔ حکومت نے ان انجمنوں کو تسلیم کرنے کا قانون بنا دیا۔ پہلے کارخانہ دار مزدوروں کو مناسب اجرتیں نہیں

دیتے تھے - حکومت کی طرف سے بہت سی صنعتوں میں کم از کم اُجرت کی شرح مقرر کر دی گئی ہے - اب کوئی کارخانہ دار مزدور کو اس سے کم اُجرت نہیں دے سکتا - ہر کارخانہ دار کو ایک فنڈ قائم کرنا پڑتا ہے ، جس سے ایسے مزدوروں کو امداد دی جاتی ہے جن کے اعضا کسی حادثے میں بے کار ہو گئے ہوں -

حکومت نے کارخانہ داروں پر یہ بھی زور دیا کہ وہ مزدوروں کے لیے سستے مکان بنوائیں اور ان کے بچوں کے لیے تعلیم اور ان کے خاندانوں کے لیے علاج معالجے کی آسانیاں بہم پہنچائیں -

معدنی ترقی | حکومت نے ملک کی معدنی ترقی پر بھی خاص توجہ دی - ایک اچھی حکومت کا یہ کام ہے کہ وہ پرانی کانوں کی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑھائے اور نئی کانوں کی تلاش کرے - ہماری حکومت دونوں باتوں پر توجہ دے رہی ہے - چنانچہ تیل کی پیداوار کئی گناہ زیادہ ہو گئی ہے - ہمارے ہاں جس قدر تیل نکلتا ہے وہ ہماری ضرورت کے لیے کافی نہیں - اس لیے ہمیں باہر سے بھی تیل منگوانا پڑتا ہے - پہلے ہم صاف تیل باہر سے منگواتے تھے ، یہ بہت مہنگا پڑتا تھا - اس سے پہلے صرف راولپنڈی میں ہی تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ موجود تھا - اب کراچی میں دو بہت بڑے کارخانے کام کر رہے ہیں - جن سے ہمیں

زرمبادلہ کی بہت بچت ہو گئی ہے - ہمارے ہاں تیل کے ایسے ذخیرے موجود ہیں ، جن کا ابھی تک پتا نہیں لگا - تیل کی تلاش کے لیے ہمیں روس نے امداد کی پیش کش کی ہے - اس کے ماہرین ملک میں تیل کی تلاش کر رہے ہیں اور انھیں ایک حد تک اس میں کامیابی بھی ہوئی ہے - روس نے اس مقصد کے لیے ہمیں مشینیں بہم پہنچائی ہیں -

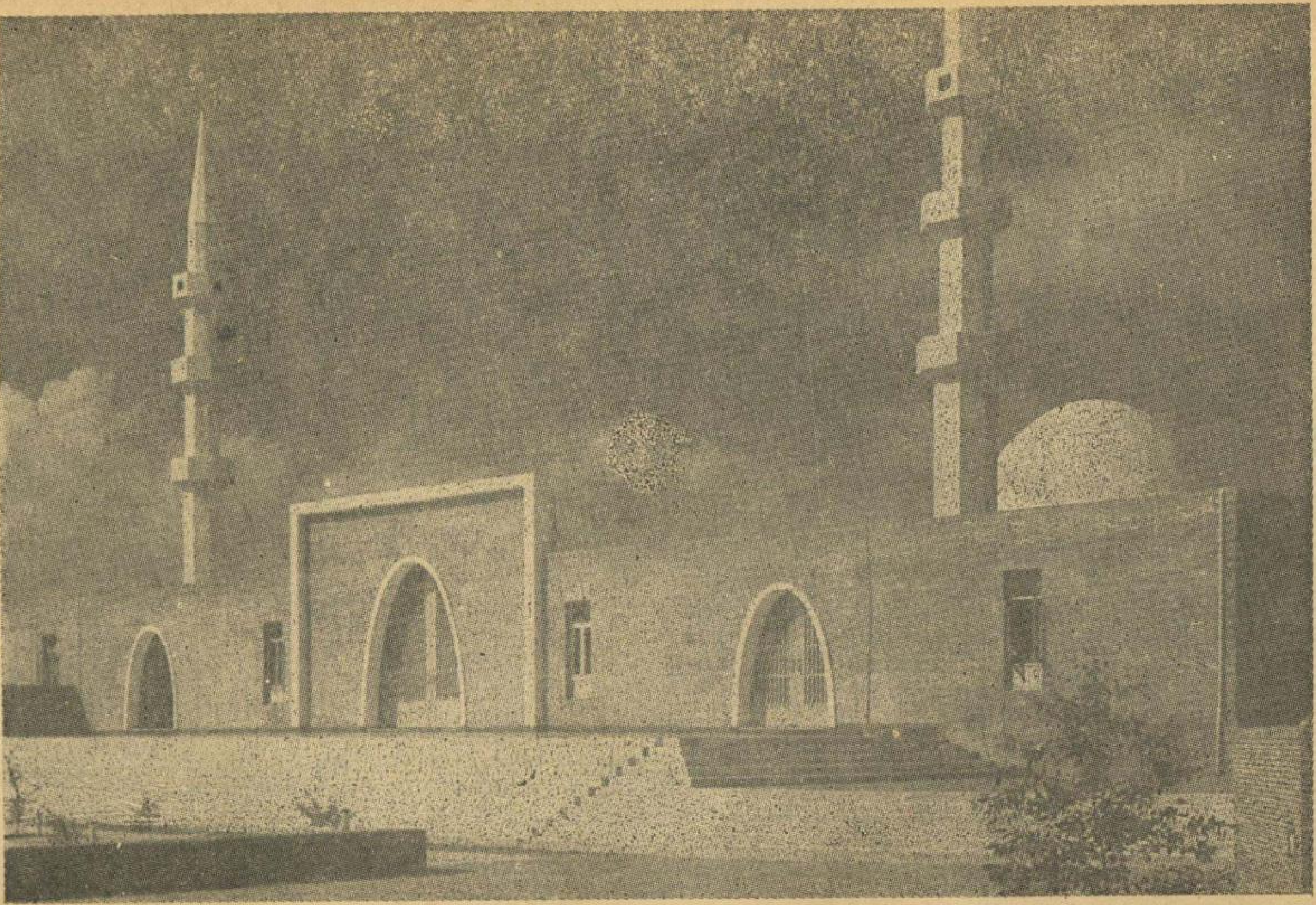
اس دور میں کسی ملک کی صنعت ، فولاد کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی - اب تک ہمارے ہاں فولاد کا کوئی کارخانہ نہیں تھا حکومت نے اب چٹاگانگ میں فولاد کا ایک کارخانہ قائم کیا ہے جس میں ہر سال ایک لاکھ ٹن فولاد تیار ہوتا ہے - ہمارے ہاں کالا باغ اور دوسری جگہوں میں لوہا ملتا ہے - فولاد کا ایک کارخانہ کالا باغ میں کھولا جائیگا اور دوسرا کراچی میں - کراچی کے کارخانے کے لیے روس نے پوری مدد دینے کا وعدہ کیا ہے - ان کارخانوں کے قیام کے بعد ہم فولاد کے لیے دوسرے ملکوں کے محتاج نہیں رہیں گے -

دیہی تعمیر عامہ آج کل کہیں گاؤں میں گلیوں کو پختہ بنایا جا رہا ہے ، کہیں کچے راستوں کو پکی سڑکوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے نالوں پر پل بنائے جا رہے ہیں - ایسی چھوٹی نہروں کو جو گاد کے جمع ہونے سے بند ہو گئی تھیں صاف کیا جا رہا ہے - کہیں نئے سکولوں کی عمارتیں بن رہی ہیں -

کہیں دواخانے تعمیر ہو رہے ہیں ۔ اس کے لیے حکومت نے دیہی تعمیر عامہ کا ایک منصوبہ بنایا ہے ۔ اس میں مقامی لوگ اپنی مدد آپ کے اصول پر کام کرتے ہیں اور اپنے علاقے کی حالت کو بہتر بناتے ہیں ۔

اسلام آباد کا منصوبہ شروع میں مرکزی حکومت کے دفتر کراچی میں تھے ۔ مگر کراچی سیاسی شورشوں اور جوڑ توڑ کا مرکز بن گیا تھا ، اس وجہ سے محمد ایوب خاں نے ایک کمیشن مقرر کیا جس نے ملک کے دونوں حصوں کی خوب دیکھ بھال کے بعد یہ رائے دی کہ پاکستان کا صدر مقام راولپنڈی کے قریب بنانا چاہیے اور نئے صدر مقام کا نام "اسلام آباد" رکھا جائے ۔ صدر مقام کا ایک نئی جگہ پر بنانا ایک اور وجہ سے بھی ضروری تھا ۔ پاکستان کے دونوں صوبے ایک دوسرے سے فاصلے پر ہیں ۔ ان کے لیے صدر مقام ایسی جگہ ہونا چاہیے جہاں کا ماحول بالکل نیا ہو اور جہاں دونوں صوبوں کے لوگ مل جل کر نئی روایات بنائیں اور وطن کی بہترین خدمات انجام دے سکیں ۔

1968ء کے آخری مہینوں میں ملک میں سیاسی حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ اگلے سال مارچ ہی کے مہینے میں محمد ایوب خاں کو صدارت سے مستعفی ہونا پڑا ۔ عنان حکومت جنرل آغا یحییٰ خاں کے سپرد کی گئی ۔ ملک



جامع مسجد اسلام آباد

میں مارشل لاء کا نفاذ ہوا اور 1962ء کا دستور منسوخ کر دیا گیا۔

اب صدر محمد یحییٰ خاں نے مختلف سیاسی پارٹیوں کے سربراہوں سے ملاقاتوں اور ملک کے مختلف حصوں کے دورہ کے بعد حالات کا جائزہ لیا اور عوام کی خواہشات کے مطابق عام انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ جن کی بنیاد بالغ رائے دہی کے اصولوں کے مطابق تھی۔

چند رکاوٹوں کے باوجود دسمبر 1970ء میں ملک میں عام انتخابات ہوئے۔ دسمبر 1971ء میں جب کہ پاک بھارت جنگ جاری تھی نورالامین کو وزیر اعظم نامزد کیا گیا، لیکن جنگ کے بند ہوتے ہی دسمبر 1971ء میں یحییٰ خان کو صدارت سے سبکدوش کر دیا گیا اور ذوالفقار علی بھٹو ملک کے نئے صدر بنے اور نورالامین نائب صدر بنا دیے گئے۔

سوالات

۱۔ 1958ء میں حکومت کی تبدیلی کے اسباب کیا تھے؟

۲۔ زرعی اصلاحات سے کسانوں کو کیا فائدے پہنچے؟

۳۔ حکومت نے نہری پانی کا جھگڑا کس طرح نمٹایا؟

(ب) باہر کے ملکوں سے تعلقات

جس وقت محمد ایوب خاں کی حکومت نے کام شروع کیا ہے ، اس وقت باہر کے ملکوں میں پاکستان کی ساکھ بہت اچھی نہ تھی - روس ہمیں شک و شبہ اور بد گمانی کی نظر سے دیکھتا تھا اور ہمیں امریکہ کا حاشیہ بردار سمجھتا تھا - چین کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات محض دور کی صاحب سلامت تک محدود تھے عرب ملکوں میں بھی ہمارے وقار کو ٹھیس پہنچ چکی تھی - افریقہ کے ملکوں سے بھی ہمارا کوئی خاص رابطہ نہیں تھا -

تعلقات کا مقصد | محمد ایوب خاں نے ان حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی - وہ دوسرے ملکوں کے ساتھ تعلقات کا ایسا سلسلہ پیدا کرنا چاہتے تھے جن کے تعاون سے ہمارا ملک دشمن کے حملے سے محفوظ رہے اور ہمیں ترقی کرنے اور متحد ہونے کے موقعے مل سکیں -

روس | قیام پاکستان کے بعد بارہ تیرہ سال تک ہمارا کوئی لیڈر روس نہیں گیا تھا - 1965ء میں پہلی دفعہ محمد ایوب خاں نے روس کا دورہ کیا - اس کے بعد انہیں وہاں دوبارہ جانے کا موقع ملا - 1967ء میں محمد ایوب خاں ایک مرتبہ پھر روس گئے - ان کا اصل مقصد ٹوٹے ہوئے رشتے کو

جوڑنا تھا اور اس امر کو واضح کرنا تھا کہ پاکستان اور روس دونوں ہمسایہ ملک ہیں اور ہمارے لیے اس حقیقت کو تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے ۔ اب دونوں ملکوں کے ثقافتی وفد ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے ہیں ، ہماری باہمی تجارت بھی بڑھ رہی ہے ۔ روس نے ہمیں ترقیاتی قرضے بھی دیے ہیں ، جن کی شرح سود بہت کم ہے ۔ اس نے ہمارے ہاں تیل کی تلاش کے لیے مشینیں اور ماہرین بھی بھیجے ہیں ۔ روسی وزیر اعظم نے پاک و ہند کی 1965ء کی لڑائی میں جنگ بندی کی کوشش کی اور دونوں ملکوں کے سربراہوں کے مابین تاشقند کانفرنس کا انتظام بھی کیا تھا ۔ روس کے ساتھ تعلقات بہتر ہونے سے ہمارا مشرق یورپ کے ان ملکوں سے بھی میل ملاپ ہو گیا ہے جو روس کے اثر میں ہیں ۔

چین | چین کے ساتھ پاکستان کے تعلقات پہلے ہی سے خوشگوار رہے ہیں ۔ پاکستان نے چین کی عوامی حکومت کو ابتداء ہی میں تسلیم کر لیا تھا ۔ ہم نے چین کو اقوام متحدہ کا ممبر بنانے کی ہمیشہ حمایت کی ۔ ملکوں کے درمیان سرحد بندی کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے ۔ کچھ عرصہ ہوا ہندوستان اور چین میں اس مسئلہ پر جنگ بھی ہو گئی تھی مگر پاکستان اور چین کی سرحد بندی کو ہماری حکومت نے بہت خوبی سے سلجھایا ۔ اب دونوں ملکوں کے درمیان سرحد بندی کا کام مکمل ہو چکا ہے ۔ چین نے سرحد کے اس خط کو تسلیم

کر لیا ہے جو ہمارے نقشے میں دکھایا گیا تھا، بلکہ انہوں نے اپنا کئی سو مربع میل چراگاہوں کا علاقہ پاکستان کو دینا منظور کر لیا ہے۔ چین اور پاکستان کے درمیان پی۔ آئی۔ اے کے جہازوں کی باقاعدہ آمد و رفت ہے۔ افریقہ اور یورپی ملکوں کے لوگ پاکستان کے راستے ہی چین کا سفر کرتے ہیں۔ چین کے ساتھ ہماری تجارت برابر ترقی کر رہی ہے۔ حال ہی میں گلگت کے راستے اس قدیم شاہراہ پر آمد و رفت شروع ہو گئی ہے جو پاکستان اور چین کے مابین خشکی کا راستہ تھا۔ اس سڑک کو "شاہراہ ریشم" کہا جاتا ہے۔ چین نے ہمیں ایسا قرضہ بھی دیا ہے جس پر سود نہیں لیا جائے گا۔ چین ہمیں ایسی بھاری مشینوں کے کارخانے قائم کرنے میں مدد دے رہا ہے جنھیں ہم اب تک باہر سے منگواتے ہیں۔

امریکہ امریکہ اگرچہ ہمارا ہمسایہ نہیں لیکن اس کے بہت سے ایشیائی ملکوں سے گہرے تعلقات ہیں۔ امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات ہمیشہ سے دوستانہ رہے ہیں۔ ہم بعض دفاعی سمجھوتوں میں بھی ایک دوسرے سے شریک رہے ہیں۔ امریکہ نے ہمارے کئی ترقیاتی منصوبوں میں بھی امداد دی ہے اور اس کے فنی ماہرین ہمارے ہاں مشیروں کے طور پر بھی کام کر رہے ہیں۔ محمد ایوب خاں سے پہلے ہماری حکومتوں کے رویے سے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ہم امریکہ کے حاشیہ



شہنشاہ ایران اور سابق صدر پاکستان

بردار ہیں ۔ حکومت نے اس غلط فہمی کو ختم کر دیا ۔ چین اور روس ہمارے ہمسایہ ہیں ۔ ہمیں ان سے بھی اچھے تعلقات رکھنے چاہییں ۔ ادھر امریکہ ہمارا دوست ملک رہا ہے ، ہمیں اس سے بھی تعلقات نہیں بگاڑنے چاہییں ۔

عرب ممالک | عرب ملکوں سے ہمارے تعلقات پہلے سے بہت بہتر ہو گئے ہیں ۔ پچھلے سالوں میں اکثر عرب ملکوں نے اپنی آزادی کے لیے تحریکیں چلائیں ۔ پاکستان نے اقوام متحدہ میں ان ملکوں کی ہمیشہ حمایت کی ۔ اسی طرح پاکستان و ہند کی جنگ میں اسلامی ملکوں نے پاکستان کی کھل کر حمایت کی تھی ۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد برطانیہ نے فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن قرار دے کر عرب دنیا کے عین درمیان اسرائیل کی نئی مملکت بنانے کا اعلان کیا تھا ۔ بعد میں یہ مملکت عرب ممالک کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئی ۔ 1967ء میں اسرائیل نے عرب ملکوں پر اچانک حملہ کر کے ان کے کئی ایک علاقوں پر قبضہ کر لیا ۔ پاکستان نے اس حملے کے خلاف شدید احتجاج کیا ۔ اس عرب آبادی کے لیے جو جنگ کی وجہ سے بے گھر ہو گئی تھی ، ملک بھر میں چندے اکٹھے کیے گئے اور ادویات اور ضرورت کی دوسری چیزیں بھجوائی گئیں ۔

دولت مشترکہ | پاکستان بننے سے پہلے ہمارا ملک سلطنت

برطانیہ میں شامل تھا - ان تمام ملکوں کا جو سلطنت برطانیہ میں شامل تھے ایک ادارہ ہے جسے دولت مشترکہ کہتے ہیں - پاکستان بھی اس کا رکن ہے -

اسی طرح ہمارے تعلقات جرمنی ، جاپان اور فرانس سے بھی بہتر ہوتے جا رہے ہیں - جاپان اور جرمنی ہمیں صنعتی ترقی میں امداد دے رہے ہیں - فرانس کے ساتھ بھی ہمارے ثقافتی اور تجارتی تعلقات برابر بڑھ رہے ہیں -

آر - سی - ڈی حکومت پاکستان نے دوسرے ملکوں کے ساتھ میل جول بڑھانے کی جو کوشش کی ، اس کی سب سے روشن مثال آر - سی - ڈی یعنی ترقی کے لیے علاقائی تعاون کا ادارہ ہے - اس میں پاکستان ، ایران اور ترکی شامل ہیں - ان ملکوں کے ساتھ قدیم الایام سے ہمارے برادرانہ تعلقات چلے آ رہے ہیں - برصغیر کے اسلامی عہد میں شروع کے حکمران ، ترکی نسل ہی کے تھے - ایران کے ساتھ مغلیہ زمانے سے گہرے تعلقات چلے آ رہے ہیں - مسلمانوں کے عہد حکومت میں نہ صرف تعلیمی اور سرکاری زبان فارسی تھی بلکہ عام بول چال میں بھی فارسی کو بڑا دخل تھا -

اس صدی کے شروع سے ہی برصغیر کے مسلمانوں کو ترکوں کے ساتھ اور بھی زیادہ ہمدردی ہو گئی - ترکوں کی تائید و حمایت میں تحریک خلافت کو بڑے جوش اور ولولے



سابق صدر ایوبؔ اور صدر جودت ثنائیؔ

سے چلایا گیا - اس لیے قدرتی طور پر ہمیں ان ملکوں کے ساتھ زیادہ میل ملاپ بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے تھی -

1964ء میں جب محمد ایوب خاں نے یہ تجویز پیش کی کہ ان تینوں ملکوں کو باہمی تعاون اور اتحاد سے ترقی کرنی چاہیے تو شہنشاہ ایران اور صدر ترکی نے اس کا خیر مقدم کیا - اس کے لیے تینوں ملکوں کے وزرائے خارجہ کی ایک کونسل بنائی گئی - اس ادارے کے ذریعے تینوں ملک باہمی تجارت کو ترقی دے رہے ہیں - ان ملکوں کو سڑک کے ذریعے آپس میں ملا دیا گیا ہے - پاسپورٹ کی پابندیاں ختم کی جا رہی ہیں اور تینوں ملک مشترکہ فضائی اور جہازران کمپنیوں اور کارخانوں کے قیام میں ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں -

دنیا کے لیے مثال آج کل پوری دنیا کے ملک دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں - ان میں سے ایک گروہ جمہوریت کے اصول پر عقیدہ رکھتا ہے اور دوسرا اشتراکیت کا قائل ہے - اقوام متحدہ کی انجمن میں بھی ان "بڑی طاقتوں" کا بہت اثر ہے جو ان دو اصولوں سے وابستہ ہیں - چھوٹے ملک جو ان میں سے کسی گروہ کے ساتھ نہیں ان کی کوئی آواز نہیں اور دنیا کے مسائل کا فیصلہ کرنے میں اُن کا کوئی اثر نہیں - ان چھوٹے ملکوں کا ایک سلسلہ انڈونیشیا سے مراکش اور الجیریا تک پھیلا ہوا ہے - اس میں افریقہ کے

کئی اور اسلامی ملک بھی شامل ہیں ۔ آر ۔ سی ۔ ڈی اسی سلسلہ کے تین ملکوں کا ادارہ ہے ۔ ان ملکوں نے باہمی تعاون کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ اب عالمی انجمنوں میں ان کی آواز بھی سنی جانے لگی ہے۔ اسلام ایک ایسا نظام حیات پیش کرتا ہے جس میں جمہوریت اور اشتراکیت دونوں کے اچھے پہلوؤں کو سمو دیا گیا ہے ۔ مسلمان ممالک ایک ایسی دنیا میں ، جس میں دو زبردست گروہ آپس میں ٹکر لینے کو تیار ہیں ایک ایسا راستہ اختیار کر سکتے ہیں جو ان دونوں کے بین بین ہو ۔ آپس کے تعاون سے وہ ایک بڑی طاقت بن سکتے ہیں اور دنیا میں ان کی حیثیت ایک تیسرے طاقتور گروہ کی ہو سکتی ہے ۔

آر ۔ سی ۔ ڈی نے ایسے تعاون کی بہت اچھی مثال پیش کی ہے ۔ اس کا اثر آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا ہے ۔ فلسطین کے مسئلہ نے عرب ملکوں کو مل جل کر کام کرنے پر مجبور کر دیا ہے ۔ مسجد اقصیٰ میں آگ لگنے کے واقعے نے تمام اسلامی ملکوں کو کانفرنسوں میں مل بیٹھنے کا موقع بہم پہنچایا ہے ۔ مسلمان ملک اقتصادی اور سماجی لحاظ سے ایک سے ہیں ۔ ان کے مسائل بھی تقریباً ایک سے ہیں ۔ اگر یہ ملک آپس میں مل جل کر کام کریں تو یہ اپنے مسائل بآسانی حل کر سکتے ہیں ۔ اقوام متحدہ میں اگر وہ علیحدہ علیحدہ کوئی بات کہتے ہیں تو اس پر کوئی کان نہیں دھرتا

لیکن جب وہ سب مل کر کچھ کہیں گے تو دنیا یقیناً چونک اٹھے گی اور ان کی بات کو توجہ سے سنے گی۔

ترقیاتی پروگرام

شاہراہ اعظم کی تعمیر | یہ ادارہ کراچی سے براستہ تہران اور انقرہ استانبول تک ایک شاہراہ کی تعمیر کا کام کر رہا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین ہزار میل ہو گی۔ ترکیہ کی طرف اس سڑک کا کام بہت حد تک مکمل ہو چکا ہے۔ ترکیہ میں بھی اس کے متوازی ایک اور سڑک بنائی جا رہی ہے۔

۱۹۶۶ء میں پی۔آئی۔اے اور ایران کی ہوائی کمپنی نے مل کر استانبول کے ذریعے ایک ہوائی سروس بھی شروع کر دی ہے۔ پی۔آئی۔اے کے ہوائی جہاز ہفتے میں ایک بار تہران، انقرہ اوراستانبول سے ہو کر ایمسٹرڈم جاتے ہیں۔

بحری جہازوں کی کارپوریشن | جولائی ۱۹۶۷ء میں تینوں ممبر ملکوں نے بحری جہازوں کی ایک مشترکہ کارپوریشن قائم کی ہے۔ چونکہ نہر سویز ابھی تک بند ہے، اس لیے سامان کی نقل و حمل خلیج فارس اور خشکی کے راستے ہوتی ہے۔ یہ مال ایران کے راستے بحیرہ اسود کی بندرگاہ طرابزون پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں سے یہ مال مغربی ممالک کو بھیجا

جاتا ہے۔ اس کارپوریشن کے جہاز اب امریکہ تک آتے جاتے ہیں۔

معدنی دولت ترکیہ میں معدنی دولت کے بڑے ذخائر ہیں لیکن ابھی تک ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ آر۔ سی ڈی اس دولت سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کر رہی ہے۔ مشترکہ سرمایہ کاری، بنک کاری اور بیمہ کاری کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ ادارہ ان ملکوں کو ایسی منڈیاں بھی مہیا کر رہا ہے جو ۶ کروڑ کی آبادی کے تقاضوں کو پورا کریں گی۔

بحیرہ اسود کے کنارے کوئلے اور لوہے کے ذخائر موجود ہیں۔ وہاں پہلے سے فولاد کا ایک کارخانہ موجود ہے جس کو اب ترقی دی جا رہی ہے۔ اس میں ریلوے ڈیزل انجن تیار کیے جائیں گے۔ ترکیہ میں اچھی لکڑی کی بہتات ہے اس لیے پاکستان ترکیہ سے نوے لاکھ ڈالر کی ریلوے ویگن اور ڈبے حاصل کرے گا۔ ترکیہ میں بکسائیٹ بکثرت موجود ہے، جسے اب تک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو برآمد کیا جاتا تھا۔ اب اس کو مقامی کارخانوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایران کے ایک کارخانہ کے لیے بھی بکسائیٹ ترکیہ سے حاصل کی جائے گی۔

تیل کی صنعت ترکیہ میں تیل کی کمی کو ایران کے تیل

سے پورا کیا جا رہا ہے۔ اہواز (ایران)، اسکندرون (ترکیہ) تک ایک پائپ لائن بچھائی گئی ہے۔ ازمیر کی بندرگاہ پر تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے۔ ادارہ آر۔ سی۔ ڈی ترکیہ میں بھی تیل کی تلاش کر رہا ہے۔ ترکیہ کے مشرقی پہاڑوں میں تانبے کے ذخیرے موجود ہیں، ان کے نکالنے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ مستقبل قریب میں پاکستان اپنی تانبے کی ضروریات ترکیہ سے پوری کرے گا۔

اگر دوسرے ملک آر۔ سی۔ ڈی سے اس تعاون کی پیروی کریں تو وہ بھی اسی طرح اپنے مسائل کو حل کر سکیں گے اور باہمی تعاون سے عالمی انجمنوں میں عزت اور آبرو کی جگہ حاصل کر سکیں گے۔

سوالات

۱۔ ہمارے روس کے ساتھ تعلقات کس طرح بہتر ہو گئے ہیں؟

۲۔ آر۔ سی۔ ڈی ساتھی ملکوں کی بھلائی کے لیے کیا کچھ کر رہی ہے؟

۳۔ ہم نے قوموں کے درمیان تعاون کی کون سی مثال پیش کی ہے؟ دنیا اس مثال کی کیسے پیروی کر سکتی ہے؟

عملی کام

۱ - امریکہ ، دولت مشترکہ کے ممالک ، روس اور چین نے ہمارے مختلف ترقیاتی منصوبوں میں مدد دی ہے - ان میں سے ہر ایک نے جن منصوبوں میں مدد دی ہے ، ان کی فہرست تیار کرو -

۲ - آر - سی - ڈی کے ذریعے کون کون سے ترقیاتی منصوبے شروع کیے گئے ہیں ؟ ان سے ہمیں کیا کیا فائدے پہنچے ہیں اور پہنچیں گے ؟

باب 8

خاندان بنی عباس

۱ - ہارون الرشید

بنو اُمیہ کی حکومت ختم ہوئی تو ان کی جگہ بنو عباس آئے جنھوں نے دمشق کی بجائے بغداد کو اپنا دارالخلافہ بنایا - اس خاندان میں ہارون الرشید کو ایک بلند مقام حاصل ہے - اس کی سلطنت بہت وسیع تھی اور اس کے عہد میں بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر بن گیا تھا - اسے "عروس البلاد" یعنی شہروں کی دلہن کہا جاتا تھا -

حسن تدبیر بنو عباس میں ہارون الرشید ایک مشہور خلیفہ گزرا ہے - جب یہ خلیفہ بنا تو حکومت میں کہیں کہیں شورشیں ہونے لگیں ، لیکن اس نے ایک ایک کر کے سب کو دبا دیا - دمشق میں عربوں کے دو قبیلوں میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور فتنہ و فساد شروع ہو گیا مگر ہارون نے اس جھگڑے کو بڑی خوش اسلوبی سے ختم کر دیا - اس نے دونوں قبیلوں کے سرداروں کو ایک دعوت میں بلایا - پہلے دن مصری قبیلے کے سرداروں کو دائیں جانب بٹھایا اور یمنی قبیلے کے سرداروں کو بائیں جانب - دوسرے دن یمنی قبیلے کو

دائیں طرف جگہ دی گئی ۔ اس کے بعد ہارون نے کہا ، ”تم دونوں میرا دایاں اور بایاں بازو ہو ۔ کبھی تم میں سے ایک میرا دایاں بازو ہوتا ہے ، کبھی دوسرا“ ۔ اس بات کا دونوں قبیلوں پر بہت اثر ہوا اور خانہ جنگی کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی ۔

فتوحات ہارون جہاں ایک قابل حکمران تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت اچھا جرنیل بھی تھا ۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی رومیوں سے برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں ۔ ہارون ابھی شہزادہ ہی تھا کہ اُسے کئی بار ان کے مقابلے میں فوج دے کر بھیجا گیا ۔ اس نے رومیوں کو اتنی شکستیں دیں کہ آخر کار ان کو صلح کے لیے درخواست کرنا پڑی ۔ رومیوں نے ہر سال خراج دینے کا وعدہ کیا اور عہد و پیمان کیا کہ دوبارہ مسلمانوں پر کبھی حملہ نہیں کریں گے ۔

کچھ عرصہ بعد قسطنطنیہ کے تخت پر ایک نوجوان شہنشاہ نیسی فورس نامی بیٹھا ۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی ہارون کو پیغام بھیجا کہ جو خراج تم نے اب تک ہم سے لیا ہے اسے فوراً واپس کر دو ورنہ اس بات کا فیصلہ تلوار کرے گی ۔ ہارون خط پڑھ کر غصے میں آپے سے باہر ہو گیا ۔ اسی وقت اس خط کے پیچھے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ لکھ کر نیسی فورس کو خط واپس کر دیا کہ ”اس کا جواب تم اپنے کانوں سے نہیں بلکہ آنکھوں سے

دیکھو گے ۔،، یہ لکھتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ رومیوں کو شکست فاش ہوئی اور رومی شہنشاہ نے پہلے سے بھی زیادہ خراج دینے کا وعدہ کر کے جان چھڑائی ۔

ہارون اپنے زمانے کا بہت بڑا حکمران تھا ۔ اس کے دربار میں دور دور کے ملکوں سے سفیر آتے رہتے تھے ۔ ایک بار فرانس کے بادشاہ شارلیمان نے بھی سفارت بھیجی ۔ ہارون نے ان کے ہاتھ چند عجیب و غریب تحفے شارلیمان کو بھیجے ، جن میں ایک مشینی گھڑی بھی تھی ۔ اس گھڑی میں جب گھنٹہ پورا ہوتا تو اس کے اندر سے پیتل کے بنے ہوئے بارہ سوار نکلتے اور ساتھ ہی گھڑیال پر موگری کی چوٹ پڑتی تھی جس سے وقت کا پتا چل جاتا تھا ۔

سرحدوں کی حفاظت ہارون کو اپنی سلطنت کی حفاظت کا بہت خیال رہتا تھا ، اس نے اپنی قابلیت اور ہوشمندی سے اپنی سرحدوں کو خوب مضبوط بنا لیا تھا ۔ ایک تو اس کی فوجوں نے رومیوں کے سبھی مضبوط قلعے فتح کر لیے تھے ، اس کے علاوہ اس نے سرحدوں پر نئے قلعے اور شہر بھی بنا دیے ۔ ان میں مسلمان فوجوں کو آباد کیا ۔ رومی لوگ سمندر کی طرف سے بھی حملے کیا کرتے تھے ، اس

نے شام کے ساحل پر جنگی چھاؤنیاں بنوائیں ، جن کی وجہ سے اس کی سرحدیں ہر طرف سے محفوظ ہو گئیں -

انتظام سلطنت ہارون کے زمانے میں عباسی سلطنت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتی رہی - ہارون راتوں کو بھیس بدل کر رعایا کے حالات معلوم کرتا اور دن کو عدل و انصاف سے حکومت کرتا تھا - اس سے پہلے رعایا سے کئی قسم کے محصول لیے جاتے تھے - اس پر اس نے اپنی سلطنت کے مشہور عالم قاضی ابو یوسف سے کہا کہ وہ خراج پر ایک کتاب لکھیں اور اس میں ایسے واجب محصول درج کریں جو شریعت کی رو سے جائز ہیں - جب انھوں نے یہ کتاب لکھی تو اس کے بعد سلطنت میں سب ناجائز محصول بند کر دیے گئے -

ایک مرتبہ خراسان کے حاکم نے رعایا پر زیادتیاں کیں - ہارون کو جب خبر ہوئی تو اس نے اس کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرا حاکم مقرر کر دیا اور اسے خط لکھا ، "میں نے تمھارا مرتبہ بڑھایا اور تمھارا نام بلند کیا - بادشاہوں کی اولاد کو تمھارے تابع بنایا - تم نے اس کا بدلہ مجھے یہ دیا کہ رعایا پر ظلم کیا - اب میں نے دوسرے کو تمھاری جگہ حاکم بنایا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے ، تمھاری اولاد سے ، تمھارے منشیوں سے اور تمھارے عہدیداروں سے ایک ایک درہم تک وصول

کرے اور جتنا ناجائز مال تم نے حاصل کیا ہے ، اُسے لے کر حق داروں کو واپس کرے۔"

سیرت | ہارون مذہب کا بہت پابند تھا۔ اس نے اپنی خلافت کے پہلے سال ہی حج کیا۔ اس کے بعد اس کا یہ اُصول رہا کہ جس سال وہ جہاد پر نہیں جاتا تھا اس سال ضرور حج کا فریضہ ادا کرتا۔ حج کے موقع پر اس کے ساتھ سینکڑوں علماء اور اُمراء بھی ہوتے تھے۔ حرمین میں وہ بے شمار دولت خیرات کرتا۔ اس نے اپنی خلافت کے زمانے میں آٹھ یا نو حج کیے۔ جس سال خود حج کے لیے نہیں جاتا تھا ، اس سال اپنے خرچ پر تین سو آدمیوں کو حج کے لیے بھیجتا تھا۔ اس زمانے میں مکے میں پانی کی کمی تھی۔ اس کے لیے اس کی بیوی زبیدہ نے نہر زبیدہ بنوائی۔ اس نہر سے مکہ کو آج بھی پانی مل رہا ہے۔

ہارون علم و ادب کا بہت قدردان تھا۔ وہ کھانے کے وقت علماء کے ہاتھ خود دھلاتا تھا۔ اس کے بیٹے علماء کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے ایک دوسرے سے پہل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اپنے بیٹوں کو خود مدینے لے کر گیا اور ان کے ساتھ امام مالک کے درس میں شریک ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں علم اور اہل علم کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

(ب) مامون الرشید

ہارون الرشید کے بعد مامون الرشید خاندان عباسیہ کا بڑا ناسور حکمران گزرا ہے۔ وہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا اور علم و فضل میں اپنے باپ سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تلوار کا بھی دھنی تھا۔ باپ کی طرح خود فوجوں کو لے کر جہاد پر جاتا تھا۔ ہارون کے زمانے میں اسلامی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ مامون کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس کے زمانے میں کابل کے بادشاہ نے اطاعت کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح ترکستان اور طبرستان بھی اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ رومی لوگ مسلمانوں سے عہد و پیمان کر کے اکثر توڑ دیا کرتے تھے۔ ان کے خلاف مامون خود فوج لے کر گیا اور ان کے بہت سے قلعے فتح کر لیے۔ اس کے بعد جہاد کا کام اپنے بھائی معتصم کے سپرد کر کے واپس لوٹا۔ اس کے زمانے میں مسلمانوں نے رومیوں کے تیس قلعے فتح کیے۔

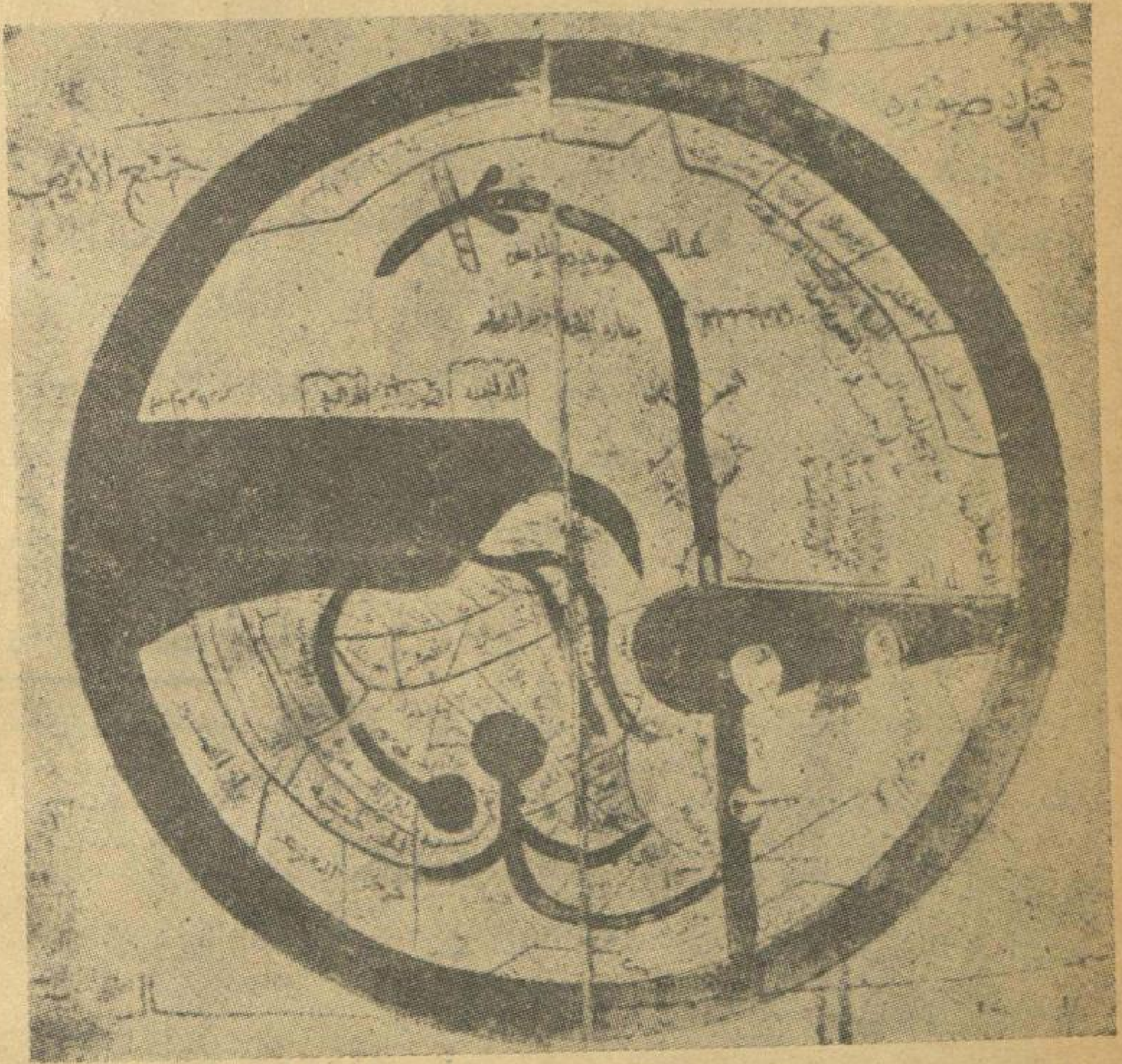
علمی ترقی | مامون کے عہد میں مسلمانوں نے علم و فن میں بہت ترقی کی۔ ملک یونان میں ارسطو اور افلاطون جیسے عالم اور حکیم ہو گزرے ہیں۔ لیکن مامون کے زمانے میں

وہاں کے لوگ عام کی اس میراث کو بھلا چکے تھے۔ ان کے درباریوں نے ان کتابوں کو ایک پرانے محل میں بند کر دیا تھا۔ مامون کو پتہ چلا تو اس نے قسطنطنیہ کے حکمران کو بہت سے تحفے تحائف بھیجے اور اس کے ساتھ پیغام بھیجا کہ یونانی حکمت کی ان کتابوں کو بغداد بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے درباریوں سے مشورہ کیا اور کتابوں کو اونٹوں پر لاد کر بغداد بھجوا دیا۔ یہاں "بیت الحکمۃ" یا پرانی کتابوں کے ترجمہ کرنے کا دفتر پہلے سے ہی قائم تھا۔ اس میں یونانی عربی اور سنسکرت کے عالم کام کرتے تھے۔ یہاں ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس دفتر میں بہت سی کتابیں ہندوستان سے بھی لائی گئیں اور ان کے ترجمے بھی عربی زبان میں کیے گئے۔

مامون علماء کا بڑا قدر دان تھا۔ ترجمہ کرنے والے اس کے پاس کتابیں لے کر آتے تھے تو انہیں خود پڑھوا کر سنتا تھا اور ترجمہ کرنے والوں کو کتابوں کے وزن کے برابر سونا تول کر انعام میں دیتا تھا۔ ہفتے میں منگل کے روز دربار میں بڑے بڑے علماء جمع ہوتے اور مامون کے سامنے بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ وہ اس مجلس میں حاضرین کے ساتھ فرش پر بیٹھتا اور علماء کی بحثوں میں حصہ لیتا تھا۔ اس کے زمانے میں بغداد میں ایک رصد گاہ

بنائی گئی - اس میں ستارہ دان چاند ستاروں کی چال اور ان کے نکلنے اور ڈوبنے کا وقت معلوم کیا کرتے تھے - اُس کے زمانے میں بنو شاکر تین بھائی تھے جن کی تربیت خود مامون نے کی تھی - یہ تینوں علم ریاضی میں بڑے ماہر تھے - خلیفہ نے اُن کو بلا کر زمین کی پیمائش کا حکم دیا - اُنھوں نے بغداد کے قریب ایک صحرا میں پیمائش کر کے زمین کے گھیرے کا حساب لگایا جو آج کل کے اندازے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں -

رعایا پروری مامون بڑا رعایا پرور بادشاہ تھا - رعیت کا حال معلوم کرنے کے لیے اکثر دورے کرتا رہتا تھا - اس نے اس غرض کے لیے خراسان اور مصر کے دورے کیے - اگر کسان لگان کی زیادتی کی شکایت کرتے تو اسے کم کر دیتا تھا - اس نے ہر جگہ پرچہ نویس لگا رکھے تھے جو خلیفہ کو پل پل کی خبریں پہنچاتے تھے - اس طرح اس کو رعایا کے حالات کی پوری پوری خبریں ملتی رہتی تھیں - ویسے تو عدل و انصاف کے لیے قاضی مقرر تھے لیکن مامون خود بھی لوگوں کی شکایتیں سنتا تھا - اتوار کے دن صبح سے ظہر تک دربار میں بیٹھتا ، جو آتا اس کی عرضی پر خود حکم صادر کرتا تھا - اس کے عہد میں عدالتوں میں انصاف کا دور دورہ تھا اگر کوئی شخص خلیفہ کے خلاف بھی شکایت کرتا تو خلیفہ اس کی جواب



نقشہ دنیا — عباسی دور میں

دہی کے لیے خود عدالت میں حاضر ہوتا تھا ۔ ایک بار مامون کو عدالت میں حاضر ہونا پڑا تو ملازم نے خلیفہ کے لیے عدالت میں قالین بچھا دیا لیکن قاضی نے یہ کہہ کر اٹھوا دیا کہ انصاف کے سامنے خاص و عام سب برابر ہیں ۔ اس پر مامون نے خوش ہو کر قاضی کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا ۔

اگر شاہی خاندان کے کسی شہزادے کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تو وہ خود مقدمہ سنتا تھا ۔ مامون اپنے حاکموں کو بھی ہمیشہ رعایا پروری کی تاکید کرتا رہتا تھا ۔ ایک حاکم کو لکھا کہ ”جب تک تمھارے دروازے پر ایک بھی شکایت کرنے والا موجود ہو گا تم میرے دربار میں بار نہیں پا سکتے ۔“

ذاتی قابلیت | اکثر سلطنتوں میں کام وزیر کرتے ہیں نام بادشاہ کا ہوتا ہے ۔ لیکن مامون نے اگر دنیا میں اپنا نام پیدا کیا تو اپنی محنت اور لیاقت سے کیا ۔ وہ عالموں کی محفل میں بیٹھتا تو اس کا شمار علماء میں ہوتا تھا ۔ جب ریاضی دانوں سے بات کرتا تھا تو لوگ اسے بہت اچھا ریاضی دان سمجھتے تھے ۔ تلوار ہاتھ میں لیتا تھا تو دشمن بھی اس کا لوہا مانتے تھے ۔ اس نے اپنی ساری زندگی علم و حکمت پھیلانے اور اپنی سلطنت کو بہتر بنانے میں صرف کر دی ۔ اس کا خاتمہ بھی ایک ایسے سفر

میں ہوا جب وہ جہاد پر گیا ہوا تھا ۔ وہ رومیوں سے جنگ کر کے واپس آ رہا تھا ۔ طبیعت کسل مند تھی ۔ ایک منزل پر دریا کے کنارے پانی میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا کھجوریں کھاتا اور پانی پیتا رہا ۔ اس کے بعد جو بخار آیا تو جان لے کر ہی ٹلا ۔ اس کی قبر طرطوس میں بنی جو اس کی سلطنت کا سرحدی مقام تھا ۔

سوالات

۱ - ہارون الرشید نے سلطنت کو کیسے مضبوط اور محفوظ بنا دیا ؟

۲ - وہ علم کی قدر دانی کیسے کرتا تھا ؟

۳ - مامون الرشید نے علمی ترقی کے میدان میں کیا کیا کارنامے سر انجام دیے ؟

۴ - مامون نے اپنی رعایا کی بہتری کے لیے کیا کام کیے ؟

۵ - ان دونوں بادشاہوں میں سے کس نے اسلام کی زیادہ خدمت انجام دی ؟

عملی کام

تاریخی اٹلس کی مدد سے ہارون الرشید کی سلطنت کا نقشہ تیار کرو اور اس میں اس زمانے کے مشہور مقامات درج کرو ۔

(ج) عباسی دور میں ترقی

خاندان عباسیہ کے بر سر حکومت آنے تک اسلامی سلطنت کی سرحدیں دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ اب تک اسلام نے دنیا پر سیاسی فتح پائی تھی مگر بنی عباس کا زمانہ اسلام کی علمی اور تہذیبی فتوحات کا دور تھا۔

انتظام سلطنت | سلطنت عباسیہ کی سرحدیں ایشیا اور افریقہ میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انتظام حکومت کے لحاظ سے سلطنت کو 24 صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ حکومت کے کئی محکمے تھے۔ وزیر ملکی انتظام کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ دوسرا بڑا عہدہ قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس کا تھا جس کے ذمے عدل و انصاف کا کام تھا۔ فوج کا انتظام سپہ سالار اعظم کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ فوج کے دو حصے ہوتے تھے۔ ایک باقاعدہ فوج جو چھاؤنیوں میں رہتی تھی۔ اس فوج کو تنخواہ کے علاوہ رسد بھی دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک بے قاعدہ فوج ہوتی تھی جو ضرورت کے وقت بھرتی کر لی جاتی تھی۔ فوج میں پیادوں، شہ سواروں، تیر اندازوں، نفت کے تیر پھینکنے والوں اور منجنیق چلانے والوں کے علیحدہ علیحدہ دستے ہوتے تھے۔ فوجوں کے ساتھ گشتی ہسپتال بھی ہوتے تھے اور زخمیوں

کے لیے فوج کے ساتھ ایسے اونٹ ہوتے تھے جن پر زخمیوں کو لے جانے کے لیے محمایں ہوتی تھیں ۔

حکومت کی آمدنی مختلف ٹیکسوں کے ذریعے حاصل ہوتی تھی جن کو محکمہ خراج اکٹھا کرتا تھا اور مالیات کا محکمہ اس کا حساب کتاب رکھتا تھا ۔ زکوٰۃ کی آمدنی بیت المال میں جمع ہوتی تھی ۔ اس آمدنی کو مسلم آبادی پر خرچ کیا جاتا تھا ۔ اس سے غربا ، یتامی ، مسافروں اور مجاہدین کو وظائف ملتے تھے اور غلاموں اور قیدیوں کا زرفدیہ ادا کیا جاتا تھا ۔ زمین سے جو لگان حاصل ہوتا تھا اسے خراج کہتے تھے ۔ اس کو فوج کی تنخواہ ، مساجد ، سڑکوں اور پلوں کے بنانے میں خرچ کیا جاتا تھا ۔ اگرچہ عدل و انصاف کا ایک باقاعدہ محکمہ موجود تھا لیکن خود خلیفہ کے دربار میں بھی ”دیوان المظالم،، کے نام سے ایک دفتر تھا ۔ اس میں خلیفہ ان لوگوں کی اپیلیں سنتا تھا ، جن پر کسی نے ظلم کیا ہو ۔ بعض خلفاء اس کے لیے ہفتے میں ایک خاص دن مقرر کر دیتے تھے ۔ اس عدالت میں اکثر خلفاء کے عزیز و اقارب کے خلاف بھی شکایتیں پیش ہوتی تھیں اور ان کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جاتا تھا ۔

پولیس کا محکمہ دیوان شرط کہلاتا تھا ۔ شہروں میں اس کا بڑا افسر محتسب کہلاتا تھا ۔ وہ دکانداروں کے

تولنے والے وزن یا باٹوں کی جانچ پڑتال کرتا ۔ قرضوں کی ادائگی کا انتظام کرتا اور لوگوں کے اخلاق کی کڑی نگرانی کرتا تھا ۔

بنو امیہ کی طرح عباسیوں کے زمانے میں بھی ڈاک چوکی کا اچھا انتظام تھا ۔ سلطنت کے ہر حصے میں ڈاک کے بہت سے راستے تھے ۔ ایران میں ڈاک لے جانے کے لیے خچروں اور گھوڑوں سے کام لیا جاتا تھا اور شام میں اونٹوں سے ۔ ڈاک چوکی کا انتظام ، سرکاری خط و کتابت کے لیے کیا گیا تھا ، لیکن اس کے ذریعے عوام بھی اپنے خطوط بھیج سکتے تھے ۔ پیغام رسانی کے لیے کبوتروں کو خاص تربیت دی جاتی تھی ۔

پوری سلطنت میں بڑی بڑی شاہراہوں کا جال بچھا ہوا تھا ۔ آج بھی ایران کی بڑی بڑی شاھراھیں ان ہی پرانے راستوں پر واقع ہیں ۔ ڈاک چوکی کے ذریعے خلفاء کو دور دور کے علاقوں کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں ۔

معاشرتی زندگی | عباسی خاندان کے زمانے میں تہذیب و تمدن بہت ترقی کر گیا تھا ۔ بغداد کا شہر اپنی خوبصورتی کی وجہ سے "شہروں کی دلہن" (عروس البلاد) کہلاتا تھا ۔ یہاں مہذب زندگی گزارنے کی ایسی آسانیاں تھیں جن کا دوسرے ملکوں میں خواب و خیال بھی نہیں آ سکتا تھا ۔ امیر شہریوں کے

مکان کھلے اور ہوا دار ہوتے تھے ۔ کمروں میں تین جانب بیٹھنے کے لیے صوفے ہوتے تھے جنھیں دیوان کہتے تھے ۔ اس زمانے میں کرسیوں کا رواج بھی شروع ہو گیا تھا ۔ کھانے بڑے بڑے طشتوں میں سجاتے اور ان چھوٹی چھوٹی میزوں پر رکھتے تھے جو صوفوں کے آگے رکھی ہوتی تھیں ۔ یہ طشت بہت خوبصورت ہوتے تھے ۔ فرش پر قالین بچھاتے تھے ۔ مہمانوں کی شربت سے تواضع کرتے تھے اور گرمیوں میں اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے برف استعمال کرتے تھے ۔

اس زمانے میں حماموں کا بہت رواج ہو گیا تھا ۔ یہ بڑے تکلف کی جگہیں ہوتی تھیں ۔ ان میں کئی ایک کمرے ہوتے تھے ۔ ان کے فرشوں پر ٹائل اور دیواروں پر سنگ مرمر کا کام ہوتا تھا ۔ بیچ کے کمرے میں پانی کا حوض ہوتا تھا جس میں گرم پانی کا فوارہ چھوٹتا تھا ، جسے غسل کے لیے استعمال کیا جاتا تھا ۔ دوسرے کمرے تفریح اور ضیافتوں کے لیے ہوتے تھے ۔

اس زمانے میں کئی ایک کھیل بہت مقبول تھے ۔ گھوڑ دوڑ ، نیزہ بازی وغیرہ کا شوق تو عربوں میں پہلے سے ہی تھا ، اب پولو کا بھی رواج ہو گیا تھا ۔ گیند کے ساتھ بعض کھیل ایسے بھی کھیلے جاتے تھے جو ہاکی اور ٹینس سے ملتے جلتے تھے ۔ آہستہ آہستہ یہ کھیل دربار اور شہری زندگی کا جزو بن گئے ۔ شاہی محل یا قلعے کے ساتھ

ایک وسیع میدان ہوتا تھا جس میں پولو کا کھیل ہوتا تھا یا دوسری جنگی مشقیں کی جاتی تھیں ۔ جب یورپ کے لوگوں کو صلیبی جنگوں کے زمانے میں مسلمانوں سے میل جول کا موقع ملا تو انھوں نے اپنے ملکوں میں بھی ایسے کھیل شروع کیے ۔ یورپ کے جنگجو یا بانکے (نائٹ) جو ٹورنامنٹ یا جنگی مشقیں کرتے تھے ان کا رواج بھی انھوں نے مسلمانوں سے ہی لیا تھا ۔ شطرنج کا کھیل سب سے پہلے ہارون کے زمانے میں رائج ہوا اور آہستہ آہستہ دنیا بھر میں مقبول ہو گیا ۔

اونچے طبقے میں شکار کا بہت شوق تھا ۔ اس کے لیے باز، چیتے اور شکاری کتوں کو سدھایا جاتا تھا ۔ یورپ میں باز کے ساتھ شکار کھیلنے کا رواج نہیں تھا ۔ صلیبی جنگوں کے بعد باز کا شکار وہاں بھی بہت مقبول ہو گیا ۔

فن تعمیر | تم جانتے ہو کہ آج کل شہروں کے قریب جو نئی آبادیاں بنائی جا رہی ہیں ، سب سے پہلے ان کا نقشہ تیار کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح عباسی خاندان کے خلیفہ منصور نے جب بغداد کا شہر بنانے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے خلیفہ کے حکم سے کئی جگہوں کی آب و ہوا کا مطالعہ کیا گیا اور پھر دریائے دجلہ کے کنارے ایک سر سبز اور شاداب جگہ کا انتخاب کیا گیا ۔ اس کے بعد انجینیروں نے شہر کا نقشہ بنایا ۔ شہر کی شکل گول تھی اور اس

کے عین وسط میں خلیفہ کا محل تھا اس کے ارد گرد سرکاری دفتر تھے ۔ اس کے بعد اُمراء اور حکومت کے افسروں کی حویلیاں بنائی گئیں ۔ اس کے بعد شہر کے بازار اور مکانات آتے تھے ۔ شہر میں ہر قبیلے اور طبقے کے لیے علیحدہ علیحدہ علاقے مقرر تھے ۔

شہر میں ستر ہزار حمام ، اس سے بھی زیادہ مسجدیں اور دس ہزار سرائیں تھیں ۔ شہر کی حفاظت کا بھی بہت اچھا انتظام کیا گیا تھا ۔ شہر کے گرد 35 گز اونچی فصیل تھی ۔ اس کے گرد ایک چوڑی خندق تھی ۔ شہر کے دروازوں پر اونچے برج تھے جن کے گنبدوں پر مختلف قسم کے مجسمے تھے جو ہوا میں گھومتے تھے ۔ خلیفہ کے محل میں ایک وسطی گنبد تھا جو زمین سے اسی گز اونچا تھا ۔ اس کے کلس پر ایک سوار کا مجسمہ تھا جو اپنے ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے تھا ۔

کچھ عرصہ کے لیے عباسیوں نے بغداد کو چھوڑ کر شہر سامرا کو صدر مقام بنا لیا تھا ۔ اس میں شاہی محل کے کھنڈروں کی جو کھدائی ہوئی ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کی دیواروں پر بڑے خوبصورت نقش و نگار ابھی تک قائم ہیں ۔ یہ بہت بڑا مینار ہے ۔ اس کے اوپر چڑھنے کے لیے سیڑھیاں نہیں ، بلکہ ایک ایسا راستہ ہے جو

بل کھاتا ہوا اوپر تک جاتا ہے۔

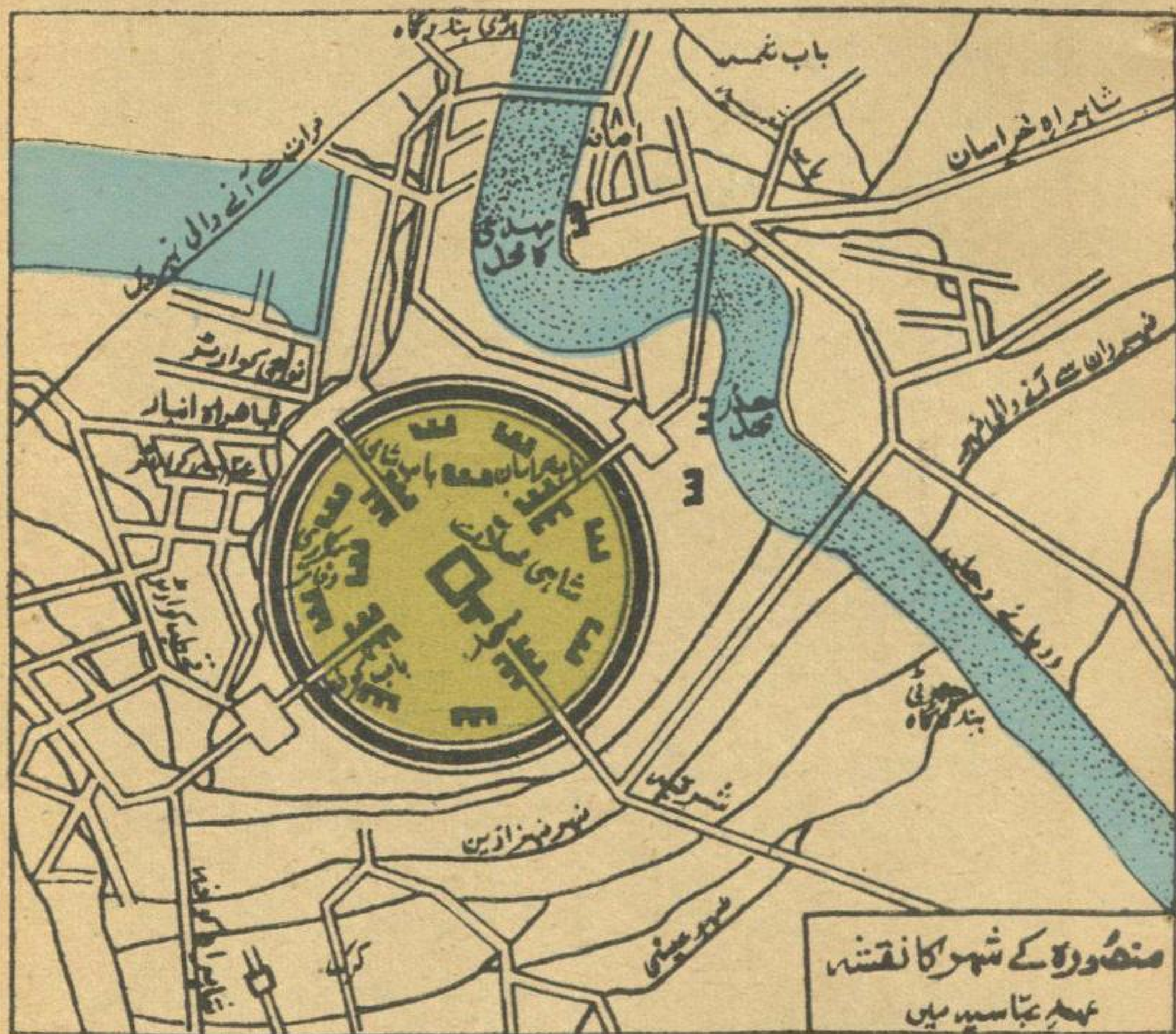
مصوری اور دوسرے فنون لطیفہ | عباسی حکمران اپنی عمارتوں پر نقش و نگار کراتے تھے۔ بیل بوٹے بنانے کا تو عام رواج تھا، لیکن شاہی محلات کی دیواروں پر مختلف قسم کے مناظر بنائے جاتے تھے۔ اس دور کے مصوروں کے اصل شاہکار، وہ کتابیں ہیں جن کو انھوں نے تصویروں سے مزین کیا تھا۔ ان تصویروں میں اس زمانے کی تہذیب کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اس زمانے کے فن کار پردوں اور قالینوں کے بنانے میں بھی کمال رکھتے تھے اور ان پر خوبصورت چرند، پرند اور بیل بوٹے بناتے تھے۔ یورپ کے لوگ بھی انہیں بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور اپنی عبادت گاہوں میں استعمال کرتے تھے۔

فن کار عربی خط کو بھی نقش و نگار کے طور پر استعمال کرتے تھے اس سے عمارتوں اور کپڑوں کے حاشیے کو سجانے کا کام لیتے تھے۔ آرائش کی یہ طرز یورپ میں بھی بہت مقبول ہو گئی۔ وہاں اس کا نام ہی عربی طرز پڑ گیا تھا۔ وہاں کے پرانے گرجاؤں اور مذہبی رسومات کے لباس پر اب تک اس کا اثر چلا آتا ہے۔ اس زمانے کے فن کار چینی اور شیشے کے برتنوں پر بھی بڑے خوبصورت نقش و نگار بناتے تھے۔

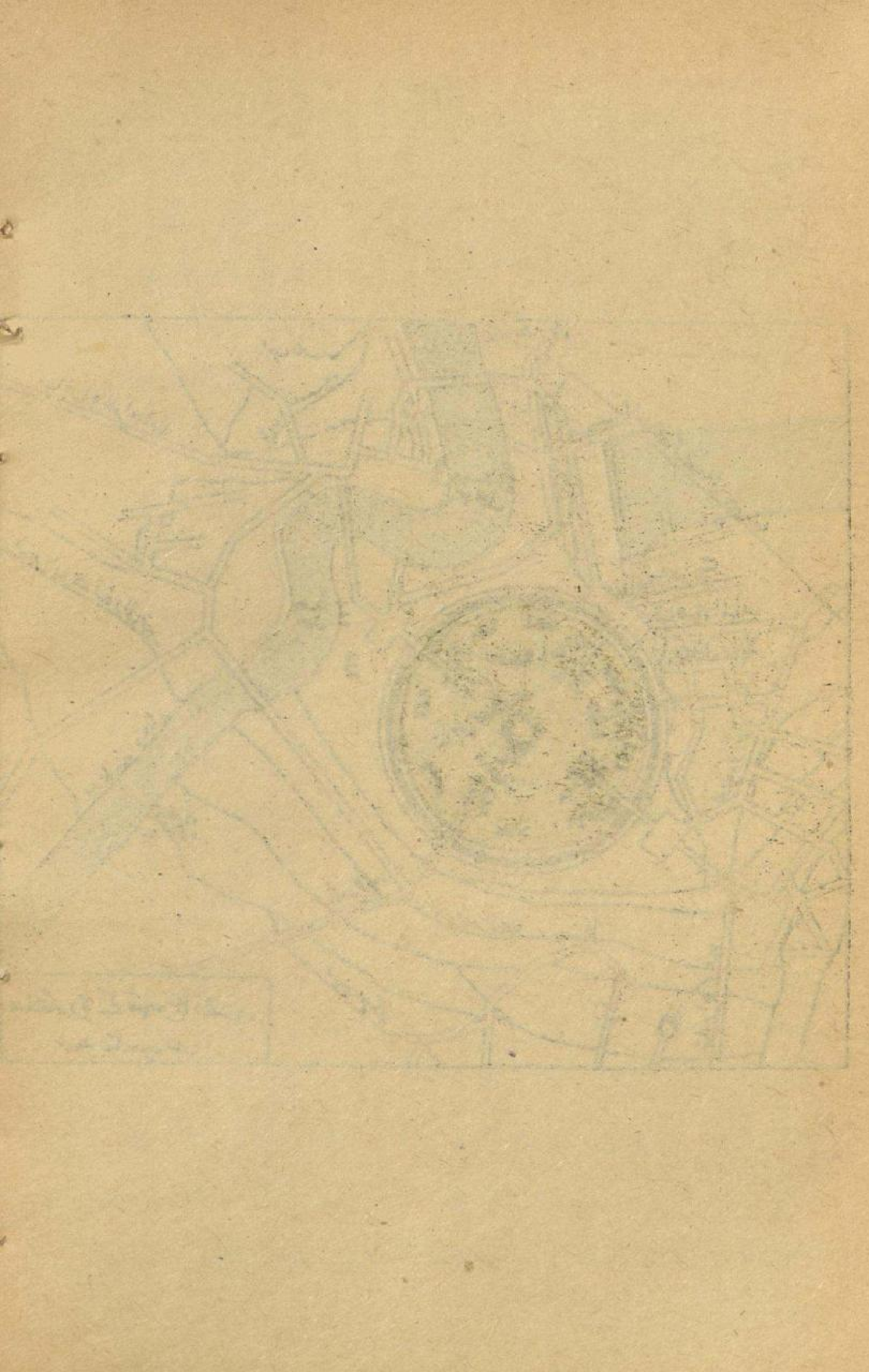
عباسیوں کے زمانے میں فن موسیقی میں بھی بہت ترقی

ہوئی ۔ اکثر حکمران اس فن کے بڑے قدر دان تھے اور خود شاہی خاندان میں سے بعض لوگ اس فن کے ماہر ہو گزرے ہیں ۔ عباسی خلفاء گانے والوں کو بڑے بڑے انعامات سے نوازتے تھے ۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے ایک گوئیے مخارق کو ایک لاکھ دینار انعام میں دیے اور دربار میں اپنے تخت کے ساتھ بیٹھنے کو جگہ دی ۔

سائنس | مسلمانوں میں سائنس کے علوم میں تحقیق کرنے اور کتابیں لکھنے کا کام تو بنو اُمیہ کے زمانے سے ہی شروع ہو چکا تھا ، عباسی دور میں اس کو اور بھی ترقی ہوئی ۔ طب کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات بہت شاندار ہیں ۔ ایک تو اُنھوں نے یونان کے پرانے طبیبوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر کے اُنھیں محفوظ کر دیا ۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے اس فن کو خود بھی بہت ترقی دی ۔ دواؤں کے علم میں تو اُنھوں نے بہت ہی مفید خدمات سر انجام دیں ۔ اُنھوں نے مختلف جڑی بوٹیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا ۔ کتابوں میں ان کی تصویریں بنائیں ۔ ان کی پہچان کے طریقے بتائے ۔ بعض لوگوں نے جڑی بوٹیوں کے باغات لگائے اور ان کی پیداوار کو بڑھانے کا کام کیا ۔ مسلمانوں نے مہذب دنیا میں سب سے پہلے عطاری اور دوا فروشی کی دکانیں شروع کیں اور دواؤں کے خواص پر دنیا کی پہلی کتاب تیار کی عباسیوں کے زمانے میں طبیبوں کو ہی نہیں بلکہ عطاروں کو



منصورہ کے شہر کا نقشہ
عہدِ عباسیہ میں



بھی سرکاری امتحانات پاس کرنے پڑتے تھے اور اس کے بعد ہی انھیں اس پیشے میں داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی -

آہستہ آہستہ مختلف شہروں میں ایسے ہسپتال قائم کیے گئے جن میں عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ انتظام ہوتا تھا - ان میں طبی کتابوں کے ذخیرے ہوتے تھے اور طالب علموں کو عملی تعلیم بھی دی جاتی تھی - رازی اور ابن سینا جیسے طبیبوں کی شہرت اسلامی دنیا سے نکل کر یورپ میں پھیل گئی - ان کی کتابوں کے لاطینی زبان میں ترجمے کیے گئے اور یہ کتابیں یورپ کے طبی مدرسوں میں مدتوں پڑھائی جاتی رہیں - علم حساب میں عربوں کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ انھوں نے موجودہ ہندسوں اور گنتی کو پوری دنیا میں رواج دیا - الجبرا کے نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ عربی الفاظ جبر و مقابلہ سے نکلا ہے - اس پر دنیا کی پہلی کتاب خوارزمی نے لکھی - عمر خیام جو فارسی زبان کا مشہور شاعر تھا وہ بھی اس علم کا بڑا ماہر تھا - خوارزمی کی کتاب کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا اور اس کے ذریعے مغرب کے لوگ الجبرے کے نئے علم سے آشنا ہوئے - انھوں نے اقلیدس یا جیومیٹری کی کتابوں کا بھی یونانی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا -

تم علم کیمیا پڑھتے ہو ، اس میں بہت سے الفاظ کی

اصل عربی ہے مثلاً خود کیمسٹری کا لفظ عربی لفظ کیمیا سے نکلا ہے ۔ اسی طرح کئی ایک الفاظ جو الف لام سے شروع ہوتے ہیں اُن کی اصل بھی عربی ہے ۔ مثلاً الکلی ، الکحل وغیرہ ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علم کو پہلے عربوں نے ہی ترقی دی اور یورپ والوں نے ان کے تجربے کرنے کے طریقوں کو اپنایا ۔ اس طرح یورپی زبانوں میں عربی زبانوں کی بہت سی اصطلاحات اور الفاظ آ گئے ۔ اس علم کا سب سے بڑا عالم جابر بن حیان ہوا ہے ، جس کی اکثر کتابوں کا لاطینی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ جابر حضرت امام جعفر صادق کا شاگرد تھا ۔

جابر نے علم کیمیا کی بڑی خدمت یہ کی کہ اس کو کتابی علم کی بجائے عملی علم بنا دیا ۔ اس نے خود اپنی ایک تجربہ گاہ بنائی ، جس میں اس نے علم کیمیا کے کئی اصولوں پر پہلی مرتبہ تجربہ کیا ۔

ان علوم کے علاوہ عربوں نے جغرافیہ کی معلومات میں بہت اضافہ کیا ۔ عرب تاجر دور دور کے ملکوں میں جاتے تھے ۔ وہ چین ، مرکزی افریقہ اور شمالی روس جیسے دور دراز علاقوں میں سفر کرتے تھے ۔ ان میں سے بعض نے بڑے دل چسپ سفر نامے بھی لکھے ہیں ۔

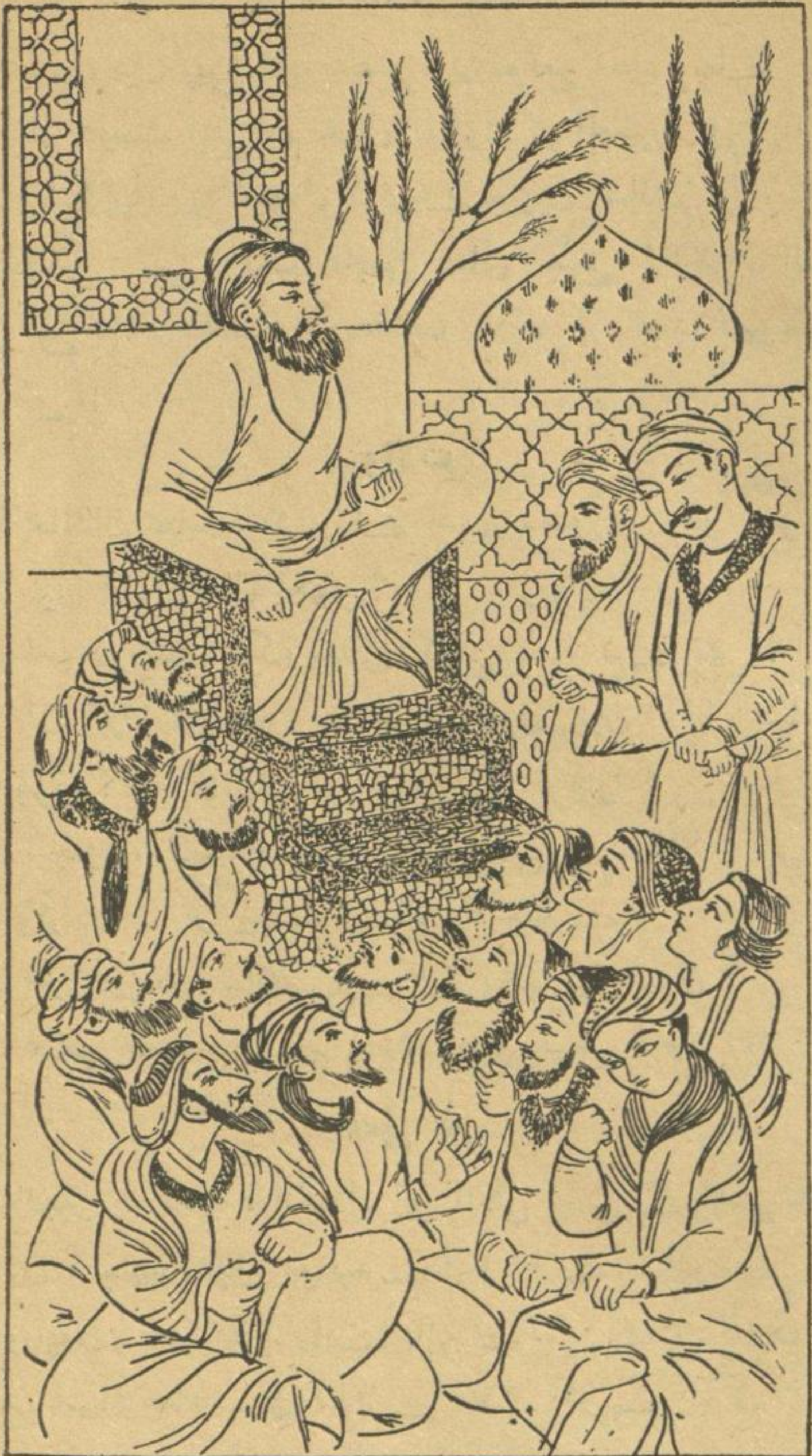
مسلمان جغرافیہ دانوں کو اس بات کا علم تھا کہ زمین

گول ہے - سسلی کے جغرافیہ دان ادریسی نے دنیا کا جو گلوب بنایا تھا اس میں زمین کو گول ہی دکھایا تھا - ان کو اس بات کا بھی پتا تھا کہ بحر اوقیانوس اور بحر ہند، افریقہ کے جنوب میں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں - وہ ہواؤں کے رخ کے بارے میں بھی اچھی معلومات رکھتے تھے - مون سون (موسمی) ہواؤں کا نام بھی عربوں نے ہی رکھا تھا - مشہور سائنس دان البیرونی بھی اس علم کا بڑا ماہر تھا - اس نے مغربی پاکستان کے بہت سے شہروں کے عرض بلد اور طول بلد کی پیمائش کی - وہ چٹانوں اور پتھروں کا بھی مطالعہ کرتا تھا - اس کی رائے تھی کہ کسی زمانے میں مغربی پاکستان کا بیشتر حصہ سمندر کی سطح کے نیچے رہا ہے - ضلع جہلم کی ایک پہاڑی پر ٹھہر کر اس نے زمین کی پیمائش کی - اس کی پیمائش موجودہ زمانے کی پیمائش کے قریب قریب ہے - مسلمانوں نے نقشہ کشی کے علم میں بھی بہت ترقی کی تھی - جب مغرب کے سیاحوں نے نئے ملکوں کی تلاش شروع کی تو انھوں نے ان کی معلومات سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا -

علم و ادب | عرب لوگ جہاں جہاں بھی گئے انھوں نے وہاں کے لوگوں کو اپنی تہذیب میں رنگ دیا - ان ملکوں کے لوگ عربی لباس پہننے لگے - عربی کو علمی زبان کے طور پر استعمال کرنے لگے - وہ اسی میں شعر کہتے

اور نثر کی کتابیں لکھتے تھے - ہمارے ہاں سندھ میں بھی شاعر ، عربی زبان میں شعر کہتے تھے اور ان میں سے بعض اتنے مشہور ہوئے کہ ان کے کلام کو خود عربوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا - اس طرح اکثر غیر عرب لوگوں نے عربی ادب کی بہت خدمت کی - عربی زبان میں سب سے پہلا لغت لکھنے والا مصنف ترکی النسل تھا - اسی طرح عام زبان پر ایک مشہور کتاب لکھنے والا ایک یونانی غلام تھا - عربی کا مشہور مصنف جاحظ بھی غلام تھا - یہ بصرہ کا رہنے والا تھا - کہانیوں کی مشہور کتاب ''الف لیلہ'' بھی اسی زمانے میں لکھی گئی - یہ کتاب یورپ کے لوگوں میں بہت مقبول ہوئی اور یورپ کی بہت سی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی کیے گئے -

اس زمانے میں لوگوں میں علم و ادب کی ترقی کا بہت شوق تھا - خلفاء کے درباروں میں اکثر علم و ادب پر بحثیں ہوتی تھیں - مامون نے تو ہفتہ میں ایک دن اس کام کے لیے مخصوص کر رکھا تھا - خلفاء کے علاوہ امیروں کے دیوان خانوں میں بھی علمی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں - البیرونی نے ہندوؤں کی تہذیب پر ایک بہت ہی قابل قدر کتاب لکھی ہے - وہ کہتا ہے کہ اسے اس کتاب کے لکھنے کا خیال ایک ایسی مجلس میں آیا جہاں مختلف لوگوں کے عقیدوں پر بحث ہو رہی تھی - اس کے علاوہ اہل علم کی مجلسیں ، کتب فروشوں کی دکانوں پر بھی ہوتی تھیں - علماء کو لائبریریوں



عباسی دور کا ایک مدرسہ

اور مدرسوں میں بھی مل بیٹھنے کے موقعے مل جاتے تھے۔ بعض علم دوست اپنے ہم خیال لوگوں کی انجمنیں بھی بنا لیتے تھے۔ بصرے میں کچھ لوگوں نے جنھیں سائنس اور فلسفہ سے دلچسپی تھی ایک انجمن بنائی جسے ''اخوان الصفا،، کہتے تھے۔ اس انجمن نے مختلف علوم پر بہت سے رسالے شائع کیے۔

سوالات

۱۔ خاندان عباسیہ کے زمانے میں مصوری کو جو ترقی ہوئی اس کا حال لکھو؟

۲۔ اس دور میں لوگ زندگی کیسے بسر کرتے تھے؟

۳۔ ان کے زمانے میں علوم و فنون میں کیا کیا ترقی ہوئی؟ اس کا اہل یورپ پر کیا اثر ہوا؟

۴۔ الجبرا، کیمیا، الکحل اور الکلی کے الفاظ کس زبان کے ہیں۔ اس سے ہمیں کیا پتا چلتا ہے؟

۵۔ اس دور میں سائنس میں کیا کچھ ترقی ہوئی؟

۶۔ عباسی عہد میں علم و ادب کو کیسے فروغ ملا؟

عملی کام

الجبرا، کیمیا، الکحل اور الکلی عربی کے ایسے سائنسی الفاظ ہیں، جنھیں اہل یورپ نے اپنا لیا ہے، ان کے علاوہ اہل یورپ نے جو الفاظ ہمارے ہاں سے لیے ہیں، انھیں لغت اور اپنے اُستاد صاحب کی مدد سے تلاش کر کے ان کی فہرست تیار کرو۔

(د) اسلام کا دنیا پر اثر

مساوات | رسول کریمؐ نے آخری حج کے موقعے پر جو خطبہ دیا تھا اس میں انسانی مساوات کو ان الفاظ میں پیش کیا تھا: ”کسی عرب کو عجمی پر اور عجمی کو عرب پر کوئی برتری نہیں سب آدم کی اولاد ہیں۔“ اسلام دنیا میں مساوات، انصاف اور نیکی کا پیغام لے کر آیا۔ جہاں جہاں پہنچا اس نے انسانوں کو ایک دوسرے کے برابر لا کھڑا کیا۔ ہندوستان میں ذات پات کا دور دورہ تھا۔ یہاں کے شودر جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہے تھے اسلام نے ان لوگوں کے سامنے مساوات کا اصول پیش کیا اور عملی طور پر ثابت کر دکھایا کہ اگر کسی میں قابلیت کا جوہر ہے تو خواہ وہ غلام ہی کیوں نہ ہو اپنی لیاقت کے زور پر اعلیٰ منصب تک پہنچ سکتا ہے۔ بر صغیر میں مسلم عہد کے شروع کے حکمران خاندانوں میں اکثر بادشاہ غلام تھے۔

علم کا احیاء | مسلمانوں نے سب انسانوں کو صرف ایک جیسا ہی نہیں سمجھا بلکہ انھوں نے سب قوموں اور ان کے علوم کی قدر بھی ایک سی کی۔ البیرونی برہمنوں کے بارے میں کہتا ہے ”ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہندوستان

سے باہر نہ تو علم ہے اور نہ سائنس -،، جب وہ یہاں کے برہمن عالموں سے بحث کرتا تھا اور انہیں یونان اور دوسرے ملکوں کے علوم کے بارے میں باتیں بتاتا تھا تو وہ حیرانی سے کہتے تھے کہ اس شخص کو یہ باتیں کوئی بھوت پریت بتاتے ہیں - انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے ملک سے باہر بھی ایک اور دنیا آباد ہے اور اس میں بھی علم کے بے بہا خزانے موجود ہیں -

اسلام نے ہندوستان میں برہمنوں کے اس طلسم کو توڑا - اُنھوں نے سنسکرت کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا - اسی طرح یونانی زبان کی بہت سی کتابوں کے ترجمے بھی کیے گئے - یہ کتابیں اندلس اور سسلی کے راستے یورپ پہنچیں - وہاں ان کے لاطینی زبان میں ترجمے کیے گئے - یورپ والے یونان کے علوم کو بالکل بھول چکے تھے - اس طرح انہیں یہ بھولے ہوئے علوم دوبارہ مل گئے - مسلمانوں نے محض پرانے علوم کو محفوظ ہی نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے اپنی تحقیقات سے اُن علوم کو اور وسعت دی مثلاً اُنھوں نے علم کیمیا ، الجبرا ، علم ہیئت ، علم طبیعات اور فن طب وغیرہ میں نئی کتابیں لکھیں -

کاغذ سازی | مسلمانوں نے جہاں یورپ کی علمی دنیا پر بڑے بڑے احسان کیے ہیں وہاں اُن کا سب سے بڑا احسان یہ

ہے کہ انھوں نے علمی دنیا کے لیے کاغذ کو عام کر دیا۔ کاغذ کی ایجاد کا سہرا تو چینیوں کے سر ہے، لیکن اس کا استعمال دنیا میں مسلمانوں ہی نے عام کیا۔ کاغذ سازی کے پہلے کارخانے کو مسلمانوں نے سمرقند میں شروع کیا۔ اس کے بعد یہ صنعت پوری اسلامی دنیا میں پھیل گئی۔ مراکش میں بہت اچھا کاغذ بنتا تھا۔ وہاں سے یہ صنعت اندلس پہنچ گئی اور اس کے بعد اٹلی اور دوسرے ملکوں میں عام ہو گئی۔

زندگی کے لیے اصول مسلمانوں نے اہل یورپ کے لیے صرف علوم کے دروازے ہی نہیں کھولے بلکہ انھیں اچھی زندگی بسر کرنے کے نئے نئے اصول بھی بتائے۔ یورپ میں عورت کا درجہ بہت کم تر اور گھٹیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام میں عورت کا مرتبہ ہمیشہ بہت اونچا رہا ہے۔ جہاد کرنے والوں کو ہمیشہ یہ ہدایت کی گئی کہ وہ عورتوں کا احترام اور بچوں کی حفاظت کریں۔ مسلمان مجاہد جنگ میں ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کے شاعر ان کے عزت و احترام کے بارے میں نظمیں لکھتے تھے۔ یورپ والوں نے عورت کا احترام مسلمانوں سے سیکھا۔ اس کے بعد ان کے شاعر بھی ایسی نظمیں لکھنے لگے جن میں عورت کا احترام اور انسانوں کے ساتھ مروت کا سبق دیا جاتا تھا۔

مروت اور رواداری کے آصول کو یورپ والوں نے ان مجاہدین سے سیکھا جن کے خلاف انھیں صلیبی جنگوں میں لڑنا پڑا ۔ اس زمانے میں سلطان صلاح الدین ایوبی اور ان کے ساتھی اس مروت کی روشن مثال تھے ۔

مغربی تمدن پر اسلامی اثر | صلیبی جنگوں سے پہلے یورپ کی زندگی ایک ایسے جنگل کی مانند تھی جس میں بھیڑیے چیختے ہوں اور برف کے طوفان آ رہے ہوں ۔ اندلس اور صلیبی جنگوں کے اثر سے اس میں تبدیلی آنے لگی ۔ یورپ کے لوگوں نے زندگی کے ہر اچھے پہلو میں عربوں سے کچھ نہ کچھ ضرور لیا ۔ صلیبی جنگجو واپس آئے تو اپنے ساتھ نئے پھول اور پھلدار پودے بھی لائے ۔ یورپ کی زبانوں میں آج بھی گلاب ، نرگس ، زعفران ، یاسمین اور عطر کے عربی الفاظ استعمال ہوتے ہیں ۔ یہ پھول اور ان کے نام انھوں نے عربوں سے لیے ۔ اس طرح اندلس کے باغوں میں انار خوب ہوتے تھے ۔ یورپ والوں کے لیے یہ پھل بالکل نیا تھا ، اس لیے اس کا نام غرناطہ کا سیب پڑ گیا ۔ اسی طرح بہی کو ایک عرصہ تک دمشق کا پھل کہتے رہے ۔ لیموں کا پیڑ بھی یورپ والوں نے عربوں ہی سے لیا ۔

یورپ کے لوگ غسل کے زیادہ عادی نہ تھے اور پادری لوگ بھی زیادہ نہانے سے منع کرتے تھے ۔ صلیبی بانکوں نے جب فلسطین میں حمام دیکھے تو ان کی

واپسی پر یورپ میں بھی ان کا رواج ہو گیا - یورپ والوں نے صابن لفظ بھی جوں کا توں عربوں سے لیا - صابن کا استعمال بھی انھوں نے عربوں سے ہی سیکھا - مسلمانوں کی دیکھا دیکھی انھوں نے اپنے ہاں ہسپتال بنائے - کوڑھیوں کا علیحدہ انتظام کیا - اپنے قلعوں کو اسلامی طرز پر تعمیر کرنے اور ان پر عربی طرز کے نقش و نگار بنانے لگے - عربوں کی طرح ان کے ہر سردار نے اپنا فوجی نشان بنا لیا - جسے وہ اپنی ڈھال اور جھنڈے پر لگاتا تھا - عربوں کی طرح فوجی باجے میں طنبور اور نقارے بجائے جانے لگے - کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی ہونے لگی - ان ہی کی طرح ٹورنامنٹ ہونے لگے - اسی طرح انھوں نے اٹھنے، بیٹھنے، مہمان داری اور ضیافت کے بھی بہت سے نئے آداب سیکھے - بیٹھنے کے لیے صوفا یا دیوان عربوں ہی سے لیے گئے - پینے میں شربت، قہوہ اور شکر کے الفاظ بھی جوں کے توں عربوں سے ہی لیے گئے کیونکہ یورپ والوں کو ان چیزوں کا بالکل پتا نہیں تھا - اس طرح اسلام کے اثر سے یورپ کی روز مرہ کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آ گئی -

اسلام اور افریقہ اسلام کا اثر افریقہ پر اس سے بھی گہرا ہوا - مسلمان افریقہ میں جہاں جہاں بھی گئے انھوں نے لوگوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا - دنیا میں اسلام

ہی ایسا مذہب ہے جس نے حبشیوں کا درجہ بلند کیا ۔ اسلامی تاریخ میں حبشیوں کے بہت سے ایسے خاندان ہو گزرے ہیں جو صاحب تاج و تخت رہے ۔ اس کے برعکس جب یورپ کے لوگ افریقہ میں پہنچے تو اُنھوں نے حبشیوں کو ہزاروں کی تعداد میں غلام بنا لیا ۔ اس طرح لاکھوں حبشی غلام امریکہ پہنچ گئے ۔ آج بھی وہاں جتنے حبشی ہیں یہ اُن ہی غلاموں کی اولاد ہیں ۔

سوالات

۱ ۔ مسلمانوں نے علم کو نئی زندگی کیسے بخشی ؟

۲ ۔ اُنھوں نے کاغذ سازی کے فن کو دنیا میں کیسے عام کیا ؟

۳ ۔ اسلام کا یورپ کی زندگی پر کیا اثر ہوا ؟

۴ ۔ مسلمانوں نے اچھی زندگی بسر کرنے کے کون کون سے نئے اصول اہل یورپ کو بتائے ؟

عملی کام

”اسلام کا یورپ پر اثر“، اس موضوع پر طلباء مباحثہ کریں ۔ مزید معلومات کے لیے کتابوں ، رسالوں اور اخباروں سے کام لیا جائے ۔

———

باب 9

پاکستان اور ہند کی جنگ

1965ء

۱ - پاکستان و ہند کے تعلقات

1947ء میں پاکستان بن تو گیا لیکن ہندوستان نے اسے دل سے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ہندوستانی حکومت کی مسلسل یہی کوشش رہی کہ پاکستان کو وجود میں آتے ہی اپاہج کر کے رکھ دیا جائے۔

پاکستان کے لیے مشکلات ہندوستان نے شروع ہی سے ہماری راہ میں مشکلیں پیدا کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اس نے ہمارے لیے مہاجروں کی بحالی کا زبردست مسئلہ اس لیے پیدا کیا تھا کہ پاکستان مالی لحاظ سے تباہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہمیں وہ ساز و سامان دینے سے بھی انکار کر دیا جس میں ملک کی تقسیم سے پہلے ہمارا حصہ تھا۔ اس نے ان دریاؤں کے پہلو کا رخ بدل دینے اور اُن کا پانی روک دینے کی بھی دھمکی دی جو ہمارے ملک میں بہتے ہیں۔ پھر اس نے تمام

معاہدوں اور اصولوں کے خلاف جموں اور کشمیر کی ریاست کے ایک بڑے حصے پر زبردستی قبضہ کر لیا اور اپنی فوجیں وہاں جمع کر کے ہمارے ملک کی سلامتی کے لیے ایک مستقل خطرہ پیدا کر دیا۔

وعدہ شکنی | ان سب باتوں سے ہندوستان کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کو اپنے میں جذب کر لے یا اسے اپنا حاشیہ نشین بنا لے۔ ہندوستان شروع میں ہی ان وعدوں سے پھر گیا جو اس نے رسد اور ساز و سامان کی تقسیم کے بارے میں کیے تھے۔ بلکہ جن گاڑیوں میں تھوڑا بہت سامان پاکستان جا رہا تھا ان کو تباہ و برباد کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔

فوجی سامان کی تقسیم میں ہم 160 ٹرینیں لے جانے کا حق رکھتے تھے لیکن اس میں سے بہت ہی تھوڑا حصہ پاکستان میں پہنچنے پایا اور جب گاڑیاں آئیں بھی تو ان کے ڈبوں میں اینٹ، پتھر اور تباہ شدہ سامان بھرا ہوا تھا۔ ہزاروں مسلمانوں کو بے گھر کر کے انھیں پاکستان میں دھکیل دیا گیا۔ اس طرح سے مہاجرین کے کارواں سالہا سال تک پاکستان آتے رہے۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ اس نئے ملک پر مہاجرین کے بسانے کا اتنا بوجھ پڑ جائے کہ مالی لحاظ سے یہ تباہ و برباد ہو جائے۔

ہندوؤں کی متعصب جماعتیں مسلمانوں کے خلاف برابر بلوے کراتی رہیں اور مہاجرین کا سلسلہ اب تک ختم ہونے میں نہیں آیا - ہندوستان نے ہماری ان نہروں کا پانی بند کر دیا جو بھارت سے نکلتی ہیں - اس طرح ان فصلوں کو بہت نقصان پہنچا جو ان نہروں سے سیراب ہوتی تھیں - ہندوستان نے پاکستان کو کوئلہ دینا بھی بند کر دیا تھا - اس کا مقصد بھی نئے ملک کی معیشت کو تباہ کرنا تھا لیکن پاکستان نے دوسروں ملکوں سے کوئلے کا انتظام کر لیا اور کوئلے سے چلنے والے ریل کے انجنوں کو ڈیزل تیل سے چلانے کا بندوبست کر لیا -

ملک گیری اور قیادت کی ہوس | مسٹر جواہر لال نہرو کی بڑی خواہش رہی کہ ہندوستان کو جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کی قیادت حاصل ہو - اس کے لیے ہندوستان کی حکومت ہمسایہ ملکوں میں اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کرتی رہی - اسی پالیسی کے تحت انھوں نے آزادی کے ایک سال کے بعد اپنی فوجیں ریاست حیدر آباد میں داخل کر دیں اور پوری ریاست کو پائمال کر ڈالا - اس کے بعد مناودر ، جونا گڑھ اور گوا پر بھی قبضہ کر لیا - ان کمزور ریاستوں کے خلاف ہندوستانی حکومت کو جو کامیابی ہوئی ، اس سے اس کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ اقتدار کی ہوس میں اپنی حد سے آگے بڑھنے لگی - لیکن جب اس نے

پاکستان کے حلیف ملک چین کی سرحد پر زیادتیاں شروع کیں تو چین کے سرحدی دستوں نے ہندوستان کی فوج کو ایسی شکست دی کہ انھیں دوبارہ ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

اس کے علاوہ ہندوستان نے ہمارے لیے نہری پانی کی تقسیم، متروکہ جائدادوں وغیرہ کی طرح کے کئی مسئلے کھڑے کر دیے۔ آئے دن سرحدوں پر جھڑپیں ہوتی رہیں اور ہندوستان بار بار اپنی فوجوں کو پاکستان کی سرحد پر لا کر جمع کرتا رہا۔

کشمیر کا مسئلہ | جو مسائل ہندوستان نے ہمارے لیے پیدا کیے، ان میں سب سے اہم کشمیر کا مسئلہ تھا۔ کشمیر کی وادی میں مسلمانوں کی آبادی 80 فیصد ہے۔ یہ علاقہ سینکڑوں سال تک، اسلامی تہذیب کا گہوارہ رہا۔ اس علاقہ کو انگریزوں نے ایک ڈوگرا سردار کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ اس خاندان کی حکومت میں مسلمانوں کے حقوق بری طرح پائمال کیے جاتے رہے۔ وہاں کے مسلمانوں نے پاکستان کے بننے سے پہلے بھی اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے زبردست تحریک چلائی جس میں سابق پنجاب کے مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دیں۔ پاکستان بننے سے پہلے ڈوگرا راجا نے پاکستان کے ساتھ مل جانے یا الحاق کرنے کا معاہدہ کر لیا تھا۔ مگر جب آزادی کا اعلان ہو گیا تو کچھ عرصے کے

بعد اس نے ہندوستان کے ساتھ پوشیدہ طور پر الحاق کر لیا ۔ اس اثنا میں وہاں کے مسلمانوں نے ڈوگرا حکومت کے خلاف جہاد شروع کر دیا ۔ کشمیر کے بہت سے مسلمان فوجی عالمی جنگ کے ختم ہونے پر وہاں واپس آ گئے تھے ۔ انھوں نے ریاست کے رضاکاروں کی قیادت کی اور ان کی رہنمائی میں رضاکاروں کے جاں باز دستوں نے ریاست کی پولیس اور فوج کو ہر جگہ بری طرح ہزیمت دی ۔ اس کے ساتھ ہی سرحد کے قبائل نے بھی اس جہاد میں بڑی تعداد میں حصہ لیا ۔ اس موقع پر قائد اعظم نے اس مسئلے کو پر امن طریق پر حل کرنے کی اپیل کی ، مگر ہندوستان نے اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر دیں اور اس مسئلے کو اقوام متحدہ میں پہنچا دیا ۔ اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے اور وہاں کے لوگوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ آپ کرنے کا موقع دیا جائے ۔ ہندوستانی حکومت نے اس فیصلے کو منظور تو کر لیا مگر آج تک اس پر عمل نہیں کیا ۔ یہ مسئلہ دونوں ملکوں کے درمیان ابھی تک جھگڑے کا سبب بنا ہوا ہے ۔

سوالات

۱ - ہندوستان نے ہمارے لیے کون کون سی مشکلات پیدا کیں ؟ ہم نے ان کو کیسے دور کیا ؟

۲ - ہندوستان نے ہمارے لیے کشمیر کا مسئلہ کیسے پیدا کیا ؟

ب ۔ پاکستانی فوج کے کارنامے

6 ستمبر 1965ء کو رات کی خاموشی میں بھارت کی ان گنت فوجوں نے بغیر اعلان جنگ کیے لاہور پر اچانک حملہ کر دیا مگر پاکستانی فوجوں نے اس کو بڑی جرأت اور بہادری سے روک لیا ۔ اس پر ہندوستان نے اس لمبی سرحد پر کئی ایک اور محاذ کھول دیے ۔ دونوں ملکوں کے درمیان سترہ روز تک زبردست جنگ ہوتی رہی ۔

بھارت کے مقابلے میں پاکستان کی فوج تعداد میں بہت کم تھی ۔ ہمارے پاس سامان جنگ بھی بہت کم تھا ۔ ہوائی اور بحری جہازوں کی تعداد بھی بھارت سے بہت کم تھی ۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہمیں بھارت کے مقابلے میں نمایاں کامیابی ہوئی ۔ اس کی کئی ایک وجوہ تھیں ۔

پاکستان کی فوج کا اس بات پر پورا پورا ایمان تھا کہ وہ حق اور صداقت کی جنگ لڑ رہی ہے ۔ اسلام میں جہاد کسی بلند اُصول کے لیے کیا جاتا ہے ۔ ہمارے فوجیوں کو اس بات کا پورا پورا احساس تھا اور اس جذبے نے اُن کے دلوں کو بے پناہ قوت ایمانی بخش دی تھی ۔

ہمارے فوجیوں کی خوبیاں | پاکستانی فوج اگرچہ تعداد میں کم تھی لیکن اس کا شمار دنیا کی بہترین فوجوں میں ہوتا

ہے - پاکستانی سپاہی سخت کوش ، جاں فروش اور دھن کے پکے ہوتے ہیں - اُن کی تربیت بھی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے - پاک فوج کا نظم و ضبط بھی بہترین تھا - سپاہیوں کے حوصلے بلند تھے - وہ ہمیشہ سے جنگی مہارت اور جانبازی کے لیے مشہور رہے ہیں لیکن ان کی قوت کا سب سے بڑا سر چشمہ مسلم قومیت کا جذبہ تھا - ان کی نگاہوں کے سامنے ایک بلند مقصد تھا - وہ دنیا میں حق و صداقت کا علم بلند کرنا اور اپنے عزیز ملک کی حفاظت کرنا چاہتے تھے - ان باتوں نے ان کے دل میں ایسا جذبۂ ایمانی پیدا کر دیا جس کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں کر سکتی تھی - اس لیے بھارت کی فوج کو ان کے مقابلے میں ہر جگہ زک اٹھانی پڑی -

جرأت اور جانبازی | اس جنگ میں پاکستان کے فوجیوں نے جرأت اور جانبازی کے عجیب و غریب مظاہرے کیے - بھارتی فوج نے رات کے اندھیرے میں چپ چپاتے لاہور پر حملہ کیا تو ان کی پہلی ٹکر سرحدی پولیس یا فوج کے چھوٹے چھوٹے دستوں سے ہوئی - ان کے پاس اتنی بڑی فوج کو روکنے کے لیے ساز و سامان بھی نہیں تھا لیکن اس پر بھی اکثر موقعوں

ہر ایک ایک کمپنی نے پورے بریگیڈ کا مقابلہ کیا اور انہیں گھنٹوں روکے رکھا - اکثر اوقات انہیں ٹینکوں کے مقابلے میں دستی بموں سے لڑنا پڑا - یہ مٹھی بھر جوان اس طرح جم کر لڑے کہ بھارتی فوج کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کے پیچھے کوئی بڑی فوج ہے - بعض جوان ایک مشین گن سے پورے فوجی دستوں کو روکتے رہے اور مشین گن کا رخ بدل بدل کر فائر کرتے رہے - اس سے بھارتی فوج کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ان کا مقابلہ مشین گن کا کوئی پورا دستہ کر رہا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھارتی فوج کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی - غیر ملکی اخبار نویس ہمارے جوانوں کو جنگ کرتے دیکھتے تھے تو کہتے تھے "ان کے لیے آگ کے ساتھ کھیلنا ایسا ہی ہے جیسے بچے گلی میں گولیاں کھیل رہے ہوں -"

احساس فرض | اس جنگ میں پاکستانی فوج نے فرض شناسی کی عجیب و غریب مثالیں قائم کیں - ہمارے فوجیوں نے اپنا فرض بھی ادا کیا اور ضرورت پڑی تو دوسروں کا فرض بجا لانے میں بھی کوتاہی نہیں کی -

میجر خادم حسین کھیم کرن کے محاذ پر تھے - ان کا کام اگلے مورچوں پر گولہ بارود پہنچانا تھا - وہ سامان لے کر جا رہے تھے کہ انہوں نے راستے میں ایک خالی مشین گن دیکھی جس کا توپچی شہید ہو چکا تھا - دشمن

کے ٹینک اسی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے - میجر خادم حسین نے اپنا کام دوسرے ساتھی کے سپرد کیا اور خود مشین گن سنبھال لی - اس کے بعد تاک کر ایسا نشانہ لگایا جس سے دشمن کا ایک ٹینک بیکار ہو کر رہ گیا - اس کے بعد اُنھوں نے ایک اور ٹینک تباہ کر دیا - تیسرا ٹینک ان کے بالکل اوپر چڑھ آیا اور انھیں کچلتا ہوا آگے نکل گیا - اُنھوں نے جان دے دی لیکن حملہ آور کی پیش قدمی روک دی - بعد میں اس ٹینک کو بھی تباہ کر دیا گیا اور اس کے عملے کو قیدی بنا لیا گیا -

اس طرح گولہ بارود کا ایک ٹرک جوڑیاں کی طرف جا رہا تھا - اس کے پیچھے ایک چھکڑا بھی تھا - اتنے میں دشمن کا ایک گولہ چھکڑے پر آ کر لگا - جس سے اس میں آگ لگ گئی - ڈرائیور اور اس کا ساتھی گاڑی چھوڑ کر الگ ہو گئے - اتنے میں ایک جوان قریب کے مورچے سے نکلا اور گاڑی کی طرف بھاگا - اس نے شعلوں کو چیرتے ہوئے گولہ بارود سے بھری ہوئی گاڑی کو چھکڑے سے الگ کر دیا - اس کے بعد ڈرائیور لپک کر گاڑی میں جا بیٹھا اور اسے چلا کر آگے لے گیا -

جوان محاذ پر مورچوں میں بیٹھ کر جنگ کرتے ہیں لیکن کمپنی کا مرکز پیچھے ہوتا ہے ، جہاں سے اُن کو ہدایات ملتی رہتی ہیں - اس کے لیے افسروں کو زیادہ تر



ایرمارشل نور خاں۔

مرکز میں رہنا پڑتا ہے - بھارت نے یہ حملہ اچانک اور بغیر اطلاع کے کیا تھا - اس لیے ہمارے اکثر افسروں نے آگے بڑھ کر اگلے مورچوں کو سنبھال لیا - ایسے وقت میں خبر آئی کہ اگلے مورچوں کا ایک افسر شہید ہو گیا ہے - اسی وقت مرکز میں کام کرنے والا ایک افسر اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنے اعلیٰ افسر کو خدا کا واسطہ دے کر کہنے لگا - "مجھے اس کی جگہ بھیجو - میری جگہ یہاں کوئی اور کام کر لے گا -" اس نے یہ درخواست ایسی لجاجت سے کی کہ افسر اس کی درخواست کو رد نہ کر سکا -

جنگ میں اصولوں کی پابندی | ہماری فوج نے جنگ کے اصولوں کی بڑی سختی سے پابندی کی - ہماری بری فوج نے شہری آبادی پر گولہ باری نہیں کی - ہمارے ہوائی جہازوں نے غیر فوجی ٹھکانوں پر حملے نہیں کیے - اُنھوں نے کسی آبادی کو نہیں لوٹا - عورتوں اور بچوں پر زیادتیاں نہیں کیں - قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا - محاذ پر ان کو اپنے راشن میں سے کھانا کھلایا - ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی اور بیماروں کا علاج معالجہ کیا -

پاکستانی فضائیہ | ہماری بری فوج کی طرح ہوائی فوج نے بھی اس جنگ میں بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیے اور ثابت کر دیا کہ وہ اپنی کار کردگی ، برق رفتاری اور مہارت میں دنیا کے بہترین فضائیہ ہے -

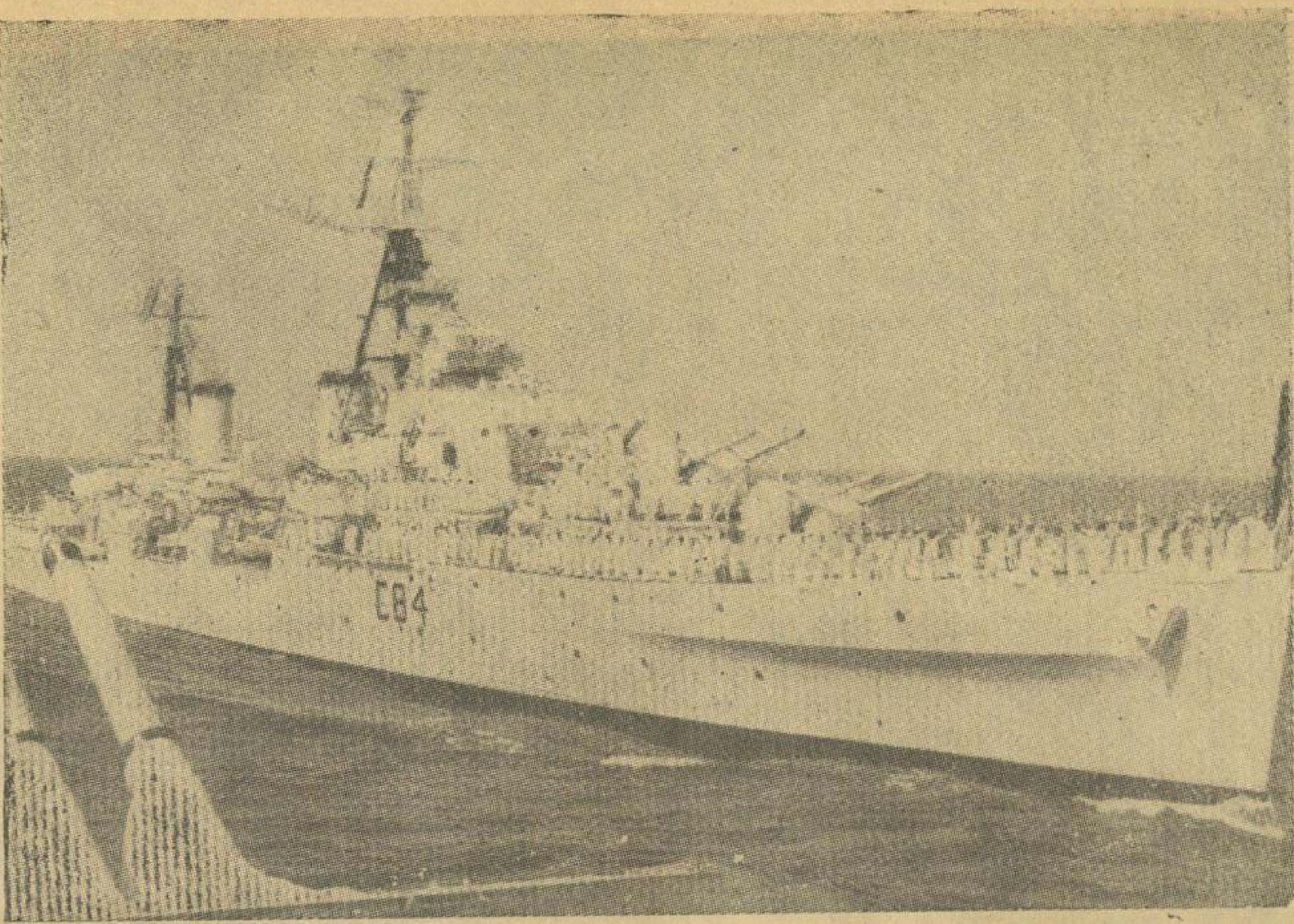
ہمارے ہوائی جہازوں نے جس برق رفتاری سے بھارتی اڈوں پر حملے کیے وہ اپنی مثال آپ ہیں - بھارت نے پاکستان پر بے خبری میں حملہ کیا تھا لیکن ہمارے ہوا بازوں نے جنگ کے پہلے روز ہی بھارتی فضائیہ پر جو حملے کیے وہ اس قدر شدید تھے کہ ان کی وجہ سے بھارت میں خوف و ہراس پھیل گیا - انھوں نے جنگ کے پہلے روز ہی دن کی روشنی میں 21 ہوائی جہازوں کو تباہ کر دیا - ان میں سے 13 ہوائی جہاز صرف پٹھانکوٹ کے اڈے پر تباہ کیے گئے - 8 ہوائی جہازوں کو ہوائی جنگ میں گرایا گیا - اس کے اگلے روز مشرقی پاکستان کے ہوا بازوں نے بھی ایسے ہی زبردست کارنامے انجام دیے - انھوں نے کلکتہ کے قریب کلائی کنڈہ کے ہوائی اڈے پر گیارہ کینبرا اور چار دوسرے ہوائی جہازوں کو تباہ کیا -

بھارت کے ہوائی اڈے | ہمارے ہوا بازوں نے اپنے ہوائی اڈوں سے اڑ کر دور دور تک حملے کیے - اگر تم نقشے میں دیکھو تو تمھیں اندازہ ہو گا کہ بھارت کے ہوا بازوں کو پاکستان پر ہوائی حملے کے لیے زیادہ دور کا سفر نہیں کرنا پڑتا تھا لیکن بھارت کے ہوائی اڈے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے - اس لیے ہمارے ہوا بازوں کو بہت لمبی اڑانیں کرنی پڑتی تھیں -

ہوا بازوں کے کارنامے | ہمارے ہوا بازوں نے جنگ میں جو



سکواڈرن لیڈر ایم۔ ایم عالم



پاکستان کا ایک بحری جہاز

کارنامے انجام دیے ، ان کی ایک مثال محمد محمود عالم ہوا باز کی ہے ، جو مشرقی پاکستان کے رہنے والے ہیں - جس روز بھارت کے دس ہنٹر طیاروں نے سرگودھا پر حملہ کیا ، اس دن محمود عالم نے سرگودہا کی حفاظت کے لیے ہوائی جہاز سے سب سے پہلی گولی چلائی اور بھارت کے پانچ ہوائی جہازوں کو تباہ کر دیا - ہوائی جنگ کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس میں اکیلے ہوا باز نے ایک ہی جھڑپ میں پانچ طیاروں کو مار گرایا ہو -

ہمارے ہوا بازوں کی خوبیاں | ہمارے ہوا بازوں کا اس بات پر پورا پورا ایمان تھا کہ وہ حق اور صداقت کی جنگ لڑ رہے ہیں - اس کے علاوہ وہ اپنے پیشے کے لحاظ سے بھی بہترین مہارت رکھتے تھے - وہ جہاں بھی جاتے تھے وہاں ٹھیک ٹھیک نشانے لگا کر واپس آتے تھے - اس کے مقابلے میں بھارتی ہوا بازوں کے نشانے ہمارے فوجی ٹھکانوں سے دور گرتے رہے اور وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے - انہوں نے دریاؤں کے پلوں پر بم باری کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے - اس کے علاوہ ہمارے ہوا بازوں نے اپنے کام میں بڑی پھرتی اور بجلی کی سی تیزی کا ثبوت دیا - واھگہ کے محاذ پر حملہ بہت اچانک ہوا تھا لیکن ہمارے تین ہوا باز حکم ملتے ہی اٹاری پہنچ گئے اور انہوں نے دشمن کے گولہ بارود لانے

والے ایک قافلہ کو اڑا دیا - ہماری ہوائی فوج کے پہلے دن کے شدید حملوں نے بھارتی فوج پر ایسی دھاک بٹھا دی کہ اس کے بعد ان کے ہوائی جہازوں کو دن میں حملے کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی - جن غیر ملکی لوگوں نے ہمارے ہوا بازوں کو حملے کرتے دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ ''جرأت اور مہارت کے لحاظ سے یہ لوگ دنیا کے بہترین ہوا بازوں سے کسی صورت میں کم نہیں -''

ہمارے ہوا بازوں کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ انھوں نے بری فوج کے ساتھ پورے اتحاد و تعاون سے کام کیا - بری افواج نے جب بھی ان سے امداد طلب کی وہ چند منٹ میں موقع پر پہنچ گئے - ہمارے ہوا باز جس علاقے میں بھی بھیجے جاتے، وہاں وہ دشمن کی ایک ایک چیز کو نشانہ بناتے تھے -

ہماری ہوائی فوج کے اصول اچھی فوجیں جنگ بھی کرتی ہیں تو کسی اصول پر کرتی ہیں - ان میں سے ایک اصول یہ بڑی ہے کہ شہری آبادی اور غیر فوجی ٹھکانوں پر حملے نہ کیے جائیں - ہمارے ہوا بازوں نے اس کی پوری پوری پابندی کی - انھوں نے کسی صورت میں بھی نہ تو شہری آبادی پر بم باری کی اور نہ ہی غیر فوجی ٹھکانوں پر حملے کیے - انھوں نے غیر فوجی ہوائی جہازوں پر بھی حملے نہیں کیے -

بھارت کے ہوائی جہازوں نے اس اُصول کی پابندی نہیں کی - جب 6 ستمبر 65ء کو جنگ شروع ہوئی تو بھارتی ہوائی جہازوں نے لاہور کے محاذ پر دیہی آبادی پر بم پھینکے۔ گوجرانوالہ کے قریب دو مسافر گاڑیوں پر بم باری کی - 8 ستمبر کو بھارت نے جب سیالکوٹ اور چونڈے کی سرحد پر ایک نیا محاذ کھولا تو سیالکوٹ کے شہر پر بم باری کی جس سے وہاں کے ایک بازار کی بہت سی دکانیں تباہ ہو گئیں۔ اس کے علاوہ ایک ہسپتال کو بھی نقصان پہنچا - بھارتی ہوائی جہازوں نے راولپنڈی ، کراچی ، پشاور ، کوہاٹ اور قصور میں بھی شہری آبادی پر بم باری کی - سرگودھا پر حملوں کے دوران بھی نزدیک کے گاؤں پر بم باری کی گئی جس سے کئی ایک دیہاتی شہید اور سینکڑوں مکان تباہ ہو گئے - بھارتی ہوائی جہازوں نے مشرقی پاکستان کے بارہ شہروں پر بم باری کی - ان حملوں میں بھی کچھ لوگ شہید اور بہت سے زخمی ہوئے -

بحریہ | جس طرح بری فوج کسی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے ، اسی طرح بحریہ اُس کے ساحل اور سمندر کی حفاظت کرتی ہے - مثلاً اگر کراچی کی بندرگاہ اور اس کے سمندر کی حفاظت نہ کی جائے تو کوئی دشمن بھی ہمارے ہاں جہازوں کی آمد و رفت کو روک سکتا ہے اور باہر کی دنیا کے ساتھ ہمارے بحری تعلقات ختم کر سکتا ہے -

بھارت کے ہوائی جہازوں نے لڑائی کے شروع ہوتے ہی

کراچی پر چند ایک ہوائی حملے کیے ۔ ان جہازوں کی رہنمائی دوارکا کا "رے ڈار سٹیشن" کرتا تھا ۔ رے ڈار ٹیلی ویژن کی قسم کا آلہ ہوتا ہے ۔ جس طرح ٹیلی ویژن کے پردے پر بولنے والوں کی تصویر آ جاتی ہے اسی طرح رے ڈار کے پردے پر گزرنے والے ہوائی جہازوں یا دوسرے جہازوں کی تصویر نظر آتی ہے اور پہلے سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ جہاز ہمارے دوست ہیں یا دشمن ۔

دوارکا کی تباہی دوارکا کا رےڈار سٹیشن پاکستان پر حملوں کے لیے بھارتی ہوا بازوں اور ملاحوں کی رہنمائی کرتا تھا ۔ ہماری بحریہ نے فیصلہ کیا کہ اس سٹیشن کو ختم کر دیا جائے ۔ انھوں نے اس سٹیشن پر 7 اور 8 ستمبر کی درمیانی رات کو حملہ کیا ۔ بھارت کی بحریہ کی تعداد ہمارے جہازوں سے پانچ گنا زیادہ تھی اور ان کے ہوائی جہاز بھی برابر اس بندرگاہ کی نگرانی کر رہے تھے لیکن جب ہماری بحریہ کے دو جہازوں نے دوارکا کا رخ کیا تو کسی بھارتی جہاز کو ان کا راستہ روکنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ انھوں نے اس بندرگاہ پر آدھی رات کے بعد گولہ باری شروع کی ۔ ادھر ساحل پر بھارتی بحریہ کی توپوں نے جواب میں گولے پھینکے ، لیکن ہمارے جہازوں نے ایسی شدید گولہ باری کی کہ ساحل کی توپیں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئیں اور ان کا رے ڈار سٹیشن

بھی تباہ و برباد ہو گیا ۔ واپسی پر بھارت کے ہوائی جہازوں نے ہمارے جہازوں پر حملہ کیا لیکن بحری جہازوں کی توپوں نے ان میں سے تین کو نیچے گرا لیا ۔

بھارتی جہاز کی غرقابی | اس کے بعد جنگ کے دوران پاکستانی بحریہ برابر سمندروں کی نگرانی کرتی رہی لیکن بھارت کے کسی جہاز کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ فائر بندی کے آخری دن بھارتی جہازوں سے ہماری ایک آبدوز کا تصادم ہوا ۔ اس آبدوز کا نام ''غازی'' ہے ۔ یہ آبدوز شام کے وقت بمبئی سے ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر سمندر میں گشت کر رہی تھی کہ اس پر چار بھارتی جہازوں نے ایک ساتھ حملہ کر دیا ۔ آبدوز نے ایک جہاز پر تارپیڈو یعنی پانی میں چلنے والے بم سے حملہ کیا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سمندر کی تہہ میں پہنچا دیا ۔

مشرقی پاکستان کی رجمنٹ | اس جنگ میں مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں صوبوں نے پورے پورے اتحاد اور تعاون سے کام کیا ۔ ہوائی حملوں میں جہاں محمد محمود عالم نے عالمی ریکارڈ قائم کر دیا ، وہاں مشرقی پاکستان کی رجمنٹ نے بھی اس جنگ میں نمایاں خدمات انجام دیں ۔ مشرقی پاکستان کے لوگ شروع ہی سے انگریزوں کے خلاف ہر جہاد میں سرگرم حصہ لیتے رہے تھے ۔ اس لیے انگریزوں نے فوج میں ان کی بھرتی کو بہت کم کر دیا تھا ۔ پاکستان بننے

کے بعد مشرقی پاکستان کے لیے فوجی خدمت کا دروازہ کھل گیا اور مشرقی پاکستان کی رجمنٹ کی بنیاد ڈالی گئی ۔ اس رجمنٹ کو قائداعظم نے اپنے ہاتھ سے جھنڈا عطا کیا تھا ۔ اس جنگ میں مشرقی پاکستان کی رجمنٹ کو کھیم کرن کے محاذ پر نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں ۔ اس رجمنٹ نے دشمن کی شدید گولہ باری کا مقابلہ بڑی جرأت اور دلیری سے کیا ۔ اس محاذ پر بھارتی فوج نے ایک موقع پر اتنی شدید گولہ باری کی جو دوسری عالمی جنگ کے بعض محاذوں کی گولہ باری سے بھی زیادہ تھی۔ ہماری رجمنٹ نے جنگی مہارت اور محتاط جنگ کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا ۔ اس رجمنٹ کو اس کی شاندار کار کردگی کے بدلے میں دو ستارۂ جرأت اور چھ تمغۂ جرأت دیے گئے ۔

سوالات

۱ - ہمارے فوجیوں میں کیا کیا خوبیاں ہیں ؟

۲ - ہماری فوج کے احساس فرض کے کوئی دو واقعات بیان کرو ؟

۳ - بھارتی فوج کو اس جنگ میں کیوں ناکامی ہوئی ؟

۴ - ہمارے ہوا بازوں نے اس جنگ میں کون کون سے کارہائے نمایاں انجام دیے ؟

۵ - ہمارے ہوا بازوں کی سب سے بڑی خوبی کون سی تھی ؟

۶ - پاکستانی بحریہ کے حملوں سے بھارت کے کیا کیا نقصانات ہوئے ؟



مشرقی پاکستان کے جوان محاذ جنگ پر

(ج) عوام اور جنگ

پاکستان اور بھارت کی جنگ میں جہاں فوج نے مورچوں پر لڑائی کا حق ادا کیا وہاں عوام بھی ان سے پیچھے نہیں رہے - پوری قوم ایک خیال پر ایسی متحد ہوئی کہ اس کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے - آپس کے اختلاف مٹ گئے - جھگڑے ختم ہو گئے - پرانی دشمنیاں دب گئیں - بڑے اور چھوٹے، امیر اور غریب کا فرق مٹ گیا - بھارتی فوج کے حملے نے پوری قوم کو ایک کر دیا - چٹاگانگ سے لے کر پشاور تک سب کے دل میں ایک ہی جذبہ کام کر رہا تھا - ہر ایک کے سینے میں ایک ہی تڑپ تھی کہ وطن کے لیے جان اور مال سب کچھ قربان کر دیا جائے - اس موقع پر پوری قوم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑی ہو گئی اور ہر قصبہ حملہ آور کے خلاف ایک زبردست مورچہ بن گیا - اس طرح شہری بھی جنگ میں برابر کے حصہ دار رہے -

شہریوں کا جنگ میں حصہ | راجستھان کے محاذ پر حر مجاہدین نے فوج کے شانہ بہ شانہ کام کیا - حر لوگ سندھ کے علاقے میں رہتے ہیں اور پیر پگاڑو کے مرید ہیں - یہ لوگ دین کے نام پر ہمیشہ جان و مال قربان کرنے کو

تیار رہتے ہیں۔ انگریزی حکومت کے زمانے میں جب 1941ء میں آزادی کی تحریک چلی تو یہ اس میں بھی بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور انھوں نے انگریزی حکومت کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔

جب پاکستان اور بھارت کی جنگ میں حروں نے اس صحرائی دستے کے ساتھ مل کر کام کیا جو راجستھان کی سرحد کی حفاظت کرتا تھا تو انھوں نے ایک رات میں بھارت کی دس اہم چوکیوں پر قبضہ کر لیا جن میں گھٹارو اور کشن گڑھ کے مضبوط قلعے بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ سرحد کے قبائلی علاقے کے مجاہدین نے بھی لڑائی میں بھر پور حصہ لیا۔ بعض دیہات کے لوگوں نے بڑے حوصلے اور جرأت کا ثبوت دیا۔ انھوں نے عورتوں کو محفوظ جگہ بھیج دیا اور خود ہتھیار لے کر اپنے مکانوں میں مورچے بنا کر بیٹھ گئے۔

پرانے زمانے میں لڑائیاں صرف میدان جنگ میں لڑی جاتی تھیں، آج کل جنگ زمین، فضا اور سمندر، ہر جگہ لڑی جاتی ہے، پرانے زمانہ میں شہری اور دیہی آبادی حملوں سے محفوظ رہتی تھی لیکن آج کل ہوائی حملوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے جنگ کے موقع پر شہروں اور قصبوں میں شہری دفاع کا انتظام کیا جاتا ہے۔

شہری دفاع | بھارتی ہوائی جہازوں نے جنگ شروع ہوتے

ہی شہری آبادی پر بم باری شروع کر دی تھی - اس لیے ہر محلے میں دفاعی کمیٹیاں بنائی گئیں - رضاکاروں کی بھرتی کی گئی - رضاکار باقاعدہ پریڈ اور نشانہ بازی کی مشقیں کرتے تھے - خندقیں کھودنے میں امداد دیتے تھے - بلیک آوٹ میں لوگوں کو گھروں میں مکمل طور پر اندھیرا رکھنے کی تربیت دیتے تھے - انھوں نے یہ کام بڑی عمدگی سے کیے -

جنگ کے زمانے میں پولیس کے کام بڑھ گئے تھے - اس لیے محلوں میں رضاکار راتوں کو پہرہ دیتے اور شہر کے اہم مقامات مثلاً پلوں، نہروں وغیرہ کی نگرانی کرتے تھے - رضاکار محلے والوں کو بتاتے تھے کہ ہوائی حملے سے بچاؤ کے لیے کیا کیا تدبیریں اختیار کرنی چاہییں - خندقیں کیسے کھودی جاتی ہیں، ان میں داخل ہونے اور بیٹھنے کے کیا طریقے ہیں - اس زمانے میں طلباء اور طالبات نے ہزاروں کی تعداد میں شہری دفاع کی تربیت حاصل کی - انھوں نے دفاعی فنڈ جمع کرنے کے لیے بھی زبردست کام کیا اور ان کیمپوں میں بھی کام کیا جو بے گھروں کے لیے قائم کیے گئے تھے - طلباء نے بندوق چلانے کی ٹریننگ حاصل کی - ان کے علاوہ انھیں عام قسم کی فوجی تربیت بھی دی گئی - طلباء کو دفاعی دستوں کی تربیت بھی دی گئی -

بھارت کے حملے سے سرحدی علاقوں میں رہنے والوں

کو اپنے گھروں سے بڑی پریشانی کے عالم میں نکلنا پڑا۔ ہزاروں لوگ بے گھر ہو گئے۔ ان کے مکان اور ان کی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ بچے اور عورتیں سرپرستوں سے محروم ہوگئیں۔ اسی طرح مقبوضہ کشمیر سے بھی مہاجروں کے قافلے برابر چلے آ رہے تھے۔ ان بے گھروں کے لیے بہت سی جگہوں پر کیمپ بنا دیے گئے۔

جنگ کے لیے چندہ | جب قوم سے جنگ کے لیے چندے کی اپیل کی گئی تو اس میں بچے اور بڑے، امیر اور غریب، مزدور اور کارخانہ دار، خوانچہ فروش اور دکاندار سب نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق حصہ لیا۔ عورتوں نے اپنے زیور آتار کر دے دیے۔ بعض لڑکیوں کے پورے جہیز فنڈ میں دے دیے گئے۔ بعض لوگوں نے ساری عمر تھوڑا تھوڑا بچا کر حج کے لیے جو روپیہ جمع کیا تھا وہ سب فنڈ کے لیے پیش کر دیا۔ بعض غریبوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر مہینوں میں جو کچھ بچایا تھا اس کو فنڈ کی نذر کر دیا۔ پنشن لینے والوں نے اپنی پنشنیں دے دیں۔ یہاں تک کہ بعض بھیک مانگنے والوں نے اپنی جمع کی ہوئی پونجی بھی فنڈ میں دے دی۔

سرگودھا کے قریب بھارتی طیاروں کی بمباری سے ایک گاؤں کے بہت سے گھر تباہ ہو گئے تھے۔ حکومت کی

طرف سے اُن کو دس ہزار روپیہ کی امداد دی گئی۔ گاؤں والوں نے وہ سب کی سب رقم چندے میں دے دی۔

جب زخمی مجاہدوں کے لیے خون کی ضرورت ہوئی تو خون کا عطیہ لینے والے مرکزوں کے سامنے لوگوں کی لمبی لمبی قطاریں لگ گئیں۔ چھوٹوں اور بڑوں سب کا یہی اصرار تھا کہ مجاہدوں کی جان بچانے کے لیے اُن کے خون کا آخری قطرہ تک لے لیا جائے۔ لوگوں نے خون اتنی بڑی مقدار میں دیا کہ خون رکھنے والی بوتلوں کی کمی پڑ گئی۔ خون کو محفوظ رکھنے والے سرد خانوں میں جگہ نہ رہی۔

عورتوں کی خدمت اس زمانے میں عورتوں نے بھی قومی خدمت کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عورتوں اور لڑکیوں نے شہری دفاع کی تربیت حاصل کی۔ اس زمانے میں عورتیں گھر کے کام کاج سے فارغ ہوتیں تو دفاعی خدمت کے کسی مرکز کا رخ کرتی تھیں۔ ان مرکزوں میں عورتیں شہری دفاع، ابتدائی طبی امداد، زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی دیکھ بھال کی تربیت حاصل کرتی تھیں۔ جن کو سلائی کا کام آتا تھا وہ بے گھر لوگوں کے لیے کپڑے تیار کرتی تھیں۔ عورتیں اور بچیاں مرکز سے اون وغیرہ لے آتی تھیں۔

اور مجاہدین کے لیے سوئیٹر ، جرابیں ، مفلر ، دستانے اور ٹوپیاں بناتی تھیں - پلاسٹک کے تھیلے اور دوسری چیزیں تیار کرتی تھیں -

عورتوں کے کام کرنے والے مرکزوں میں بے گھر لوگوں کے لیے فیملی بنڈل تیار کیے جاتے تھے ، جن میں گرم کپڑے اور روزانہ استعمال کی چیزیں ہوتی تھیں - نیز مجاہدین کے لیے تحائف کے بنڈل بھی تیار کیے جاتے تھے - لڑکیوں اور عورتوں پر جنگ کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ انھیں بچت کرنے کی عادت ہو گئی - عورتوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ جتنا روپیہ بچائیں گی اس کو قومی خدمت کے لیے استعمال کیا جا سکے گا - اس لیے انھوں نے اپنے بے جا اخراجات کم کر دیے -

قومی اخلاق پر اثر جنگ کے زمانے میں لوگوں کو پہلی مرتبہ اس بات کا احساس ہوا کہ ان کا وطن انھیں کتنا پیارا ہے اور اس کو بچانے کے لیے کیا کچھ کرنا چاہیے - وہ پہلے اپنے لیے روپیہ بچانے کی کوشش کرتے تھے - اب وہ قوم کے لیے بھی روپیہ بچانا سیکھنے لگے - پہلے وہ ذاتی فائدے کے لیے قومی سرمایہ کو نقصان پہنچانے سے بھی باز نہیں آتے تھے لیکن اب انھیں یہ احساس ہونے لگا کہ قومی نقصان ان کا اپنا نقصان ہے - اس طرح رشوت ختم ہو گئی - ڈاکے بند ہو گئے -



شہریوں کی طرف سے چیزیں اکٹھی کی جا رہی ہیں

لوگوں کو کہیں گری پڑی چیز ملتی تھی تو اس کو حفاظت سے اس کے مالک کے پاس پہنچانے کی کوشش کرتے تھے - اگر مالک کا پتا نہ چلتا تو اُسے فنڈ میں جمع کرا دیتے تھے -

جنگ کے زمانے میں چیزوں کی قیمتیں عام طور پر چڑھ جاتی ہیں - چور بازاری کا زور ہو جاتا ہے - لوگ پوشیدہ طور پر اشیاء کا ذخیرہ کر لیتے ہیں اور اُنھیں مہنگے داموں بیچتے ہیں ، لیکن جنگ کے زمانے میں ہمارے یہاں کے تاجروں نے بڑی قربانی اور خلوص کا ثبوت دیا - اشیاء کے بھاؤ کسی صورت میں بھی زیادہ نہ ہوئے ، بلکہ بعض صورتوں میں ان کی قیمتوں میں کمی بھی آ گئی - عام گاہکوں کو ہر چیز خالص اور مناسب قیمت پر ملنے لگی - بازار میں کسی چیز کی کمی نہ رہی - کسی شئے کا ذخیرہ نہیں کیا گیا -

سوالات

1 - جنگ کے محاذ پر ہمارے شہریوں نے کیا کام کیا ؟

2 - جنگ کے دوران شہری دفاع کے کونسے کام کیے گئے ؟

3 - عوام نے جنگی تیاریوں میں کیا کچھ امداد دی ؟

4 - جنگ کا قومی اخلاق پر کیا اثر ہوا ؟

شہریت

باب 10

مرکزی حکومت کا انتظام

ہمارے ملک کا طرز حکومت شروع سے ہی وفاقی رہا ہے۔ وفاقی طرز حکومت کو تم ایک مثال سے سمجھ سکتے ہو۔ پاکستان کے مختلف شہروں کے دکاندار غیر ملکی دوائیں منگواتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دکاندار علیحدہ علیحدہ باہر کی فرموں سے خط کتابت کرتا ہے۔ اس کے لیے زر مبادلہ حاصل کرتا ہے۔ اشتہار دیتا ہے اب اگر یہ تمام دکاندار مل کر ایک مرکزی دفتر قائم کر لیں تو ایسے تمام کام جو انھیں علیحدہ علیحدہ کرنے پڑتے ہیں مرکزی دفتر کے سپرد کر سکتے ہیں۔ ہر دکاندار اپنے ذاتی کاروبار میں آزاد ہوتا ہے لیکن سب کے مشترکہ کاموں کو مرکزی دفتر سر انجام دیتا ہے۔

دفاع | وفاقی طرز حکومت میں مرکزی حکومت چند ایک ایسے محکموں کو اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے جن کے دائرہ عمل میں صرف صوبہ نہیں بلکہ پورا ملک ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے دفاع کا محکمہ آتا ہے۔ اس محکمہ کے تین شعبے ہیں۔ بری فوج، فضائیہ، بحریہ، 1965ء کی بھارت اور پاکستان کی جنگ نے ثابت کر دیا کہ محکمہ مرکزی حکومت کے پاس ہی رہنا

چاہیے - اگر مشرقی اور مغربی پاکستان کے لیے دفاع کے محکمے علیحدہ علیحدہ ہوتے تو ہم اس طرح یک جان دو قالب ہو کر دشمن کا مقابلہ نہ کر سکتے - دفاع کا محکمہ اس لیے مرکزی حکومت کے پاس ہے کہ وہ پورے ملک کی سرحدوں، ساحلوں اور فضا کی حفاظت کر سکے -

امور خارجہ ہمارا ملک دنیا میں آہستہ آہستہ بہت اہمیت حاصل کر رہا ہے - ہمارے بہت سے ملکوں سے گہرے تعلقات ہیں - ان کے سربراہ یا دوسرے مشہور لوگ ہمارے ہاں آتے رہتے ہیں - ان کے استقبال کا کام بھی مرکزی حکومت کو ہی کرنا ہوتا ہے اس لیے مرکزی حکومت کا ایک محکمہ دوسرے ملکوں کے ساتھ تعلقات رکھنے کے لیے قائم کیا گیا ہے، اس کا نام "وزارت امور خارجہ دولت مشترکہ" ہے - یہ محکمہ دوسرے ملکوں میں پاکستان کے سفارت خانے قائم کرتا ہے، اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمایندگی کرتا ہے - یہ محکمہ دوسرے ملکوں کے ساتھ خارجہ پالیسی اور باہمی تعلقات رکھنے کے اصول بناتا ہے - ہم دوسرے ملکوں کے ساتھ باہمی تعاون اور بہبود کے جو عہد نامے کرتے ہیں ان کے مسودے بھی یہی محکمہ تیار کرتا ہے -

اطلاعات و نشریات تم اکثر ریڈیو پاکستان سے خبریں سنتے ہو - اس سے ہم پاکستان کی ہی نہیں بلکہ ملک ملک کی خبریں سنتے ہیں - آج کل رسل و رسائل کے ذرائع اتنے ترقی

کر گئے ہیں کہ دنیا بھر کے ملک ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں - اس لحاظ سے چاند بھی اب ہم سے زیادہ دور نہیں رہا - ایسے حالات میں ہر حکومت چاہتی ہے کہ اپنے شہریوں کو ہر قسم کی صحیح معلومات سے باخبر رکھے - اگر شہریوں کو صحیح خبریں نہ ملیں تو وہ افواہوں کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے ملک میں بے چینی اور بد امنی پھیلتی ہے - اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے اطلاعات و نشریات کا محکمہ قائم کیا ہے - یہ محکمہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے سٹیشن قائم کرتا ہے - ملکی اور غیر ملکی اخبارات کو حکومت کے کاموں کے بارے میں اطلاعات مہیا کرتا ہے - اس کا ایک شعبہ فلموں اور مطبوعات کا کام کرتا ہے - یہ شعبہ پاکستان اور اس کی ترقی کی داستان کی رنگین فلمیں بناتا ہے اور ملک کے اندر اور باہر کے ملکوں میں ان کی نمائش کراتا ہے - ہمارے ہاں جو فلمیں ملک کے اندر تیار ہوتی ہیں یا باہر سے آتی ہیں ان میں بعض اوقات ایسے حصے ہوتے ہیں جو تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہوتے ہیں - اس محکمے نے ان کی چھان بین کے لیے ایک بورڈ قائم کیا ہے جو ہر فلم کا، اس کی نمائش سے پہلے معائنہ کرتا ہے اور اس میں سے اس قسم کے قابل اعتراض ٹکڑے نکال دیتا ہے -

مواصلات! ہمارے ملک میں ڈاک، معمولی تار، ریڈیائی تار اور ٹیلی فون کے سلسلوں کا بھی جال بچھا ہوا ہے - اس کا انتظام مواصلات کا محکمہ کرتا ہے - مواصلات کا یہ سلسلہ تمام ملک

کے دفاع اور امن عامہ کے لیے نہایت ضروری ہے ، اس لیے اس کو مرکزی حکومت کے سپرد کیا گیا ہے ۔ ڈاک خانہ خطوط بانٹنے کے علاوہ شہریوں کی اور بھی خدمات انجام دیتا ہے ۔ اگر تم چاہو تو ڈاکخانہ کے سیونگ بنک میں اپنا حساب کھول سکتے ہو ، زندگی کا بیمہ کرا سکتے ہو اور دفاعی سرٹیفیکیٹ خرید سکتے ہو ۔

منصوبہ بندی کا کمیشن پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے ۔ ہماری حکومت کا یہ مقصد رہا ہے کہ ہم اپنے زرعی اور معدنی وسائل کو پورے طور پر کام میں لائیں اور اس طرح اپنی زرعی اور صنعتی پیداوار میں اضافہ کریں ۔ اس سے ہمارے شہریوں کا معیار زندگی بلند ہو گا اور ہم ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں کھڑے ہونے کے قابل ہو جائیں گے ۔ اس کے لیے مرکزی حکومت پنج سالہ منصوبے بناتی ہے ۔ ہمارے ہاں اس قسم کے تین منصوبے کامیابی سے پورے ہو چکے ہیں ۔ آجکل حکومت چوتھے پنج سالہ منصوبے پر عمل کر رہی ہے ۔ ہماری حکومت منصوبہ بندی کی اہمیت پر زور دے رہی ہے ، اس کے لیے منصوبہ بندی کا ایک کمیشن مقرر کیا گیا ہے ۔ چونکہ اس کا کام نہایت اہم ہے اس لیے یہ کمیشن صدر کے ماتحت کام کرتا ہے ۔ منصوبہ بندی کا کمیشن ملک کے وسائل کا جائزہ لیتا ہے اور ترقی کے قومی منصوبے اور پروگرام تیار کرتا ہے ۔ محکمہ امور اقتصادیات بھی صدر کی سیکریٹیریٹ سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ محکمہ ملک کے اقتصادی حالات اور

ضروریات کا جائزہ لیتا ہے - ملکی منصوبوں کی تکمیل کے لیے حکومت قومی آمدنی سے بھی خرچ کرتی ہے اور باہر سے بھی امداد لیتی ہے - یہ محکمہ اس مقصد کے لیے دوسرے ملکوں اور بین الاقوامی اداروں کے ساتھ خط و کتابت کرتا ہے -

مالیات جس طرح ہر شخص اپنی آمدنی اور خرچ کا حساب رکھتا ہے ، اسی طرح مرکزی حکومت کی آمدنی اور اخراجات کا تخمینہ لگانے کے لیے حکومت نے مالیات کا محکمہ قائم کر رکھا ہے جو مرکزی حکومت کا سالانہ بجٹ یا میزانیہ تیار کرتا ہے - تم جون کے آخر میں سنتے ہو کہ حکومت نے فلاں چیز پر ٹیکس بڑھا دیا ہے یا کم کر دیا ہے - اس کے ساتھ ہی ان چیزوں کی قیمت پر اثر پڑ جاتا ہے - اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مالی سال کے شروع ہونے سے پہلے یہ محکمہ اندازہ لگاتا ہے کہ آیندہ سال حکومت کی آمدنی اور اخراجات کیا ہوں گے - اگر آمدنی کم ہوتی ہے تو محکمہ کے مشورے سے حکومت بعض قسم کے ٹیکسوں میں اضافہ کر دیتی ہے - اگر آمدنی پہلے سے زیادہ ہوتی ہے تو حکومت بعض روز مرہ کی ضرورت کی چیزوں پر ٹیکس کم کر دیتی ہے - یہ کام محکمہ مالیات کے مشورے سے کیا جاتا ہے - پاکستان کا سرکاری بنک جسے ''سٹیٹ بنک،، کہتے ہیں اس کا تعلق بھی اسی محکمہ سے ہے - یہ بنک ملک کی بنک کاری کا نگران ہے - ایک ترقی پذیر ملک میں صنعت و حرفت اور زراعت کو ترقی دینے کے لیے مالی وسائل کی ضرورت رہتی ہے - اس کے لیے

سٹیٹ بنک نے اپنی نگرانی میں زرعی بنک اور صنعتی بنک قائم کر رکھے ہیں -

اگر ہم قومی دولت میں اضافہ چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی صنعتی پیداوار کو بڑھانا ہو گا - اپنے مال کے لیے غیر ملکوں میں منڈیاں تلاش کرنا ہوں گی - اس کے لیے مرکزی حکومت نے دو محکمے قائم کیے ہیں ، ایک صنعت و حرفت اور قدرتی وسائل کا محکمہ اور دوسرا تجارت کا محکمہ -

صنعت و حرفت اور قدرتی وسائل | صنعت و حرفت اور قدرتی وسائل کے محکمے میں صنعت و حرفت کا ایک ڈویژن صنعتی ترقی کے منصوبے تیار کرتا ہے اور اس کے لیے ملکی وسائل کی امداد سے سرمایہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے - اس کا ایک اور شعبہ سرمایہ کاری کی ترقی اور بہم رسانی کا کام کرتا ہے - ہمارے ملک کو اس وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارا ہر شہری صنعتی ترقی کی اہمیت کو سمجھے اور بچت کے روپے کو ملکی ترقی کے کاموں میں لگائے - اس کے لیے اس شعبہ نے NIT وغیرہ قسم کے منصوبے چلائے ہیں ، جن سے لوگوں میں ترقیاتی کاموں میں روپیہ لگانے کی عادت پڑتی جا رہی ہے - ہمارے ہاں صنعت و حرفت پر تحقیقاتی کام بھی ہو رہا ہے ، اس کے مرکزی ادارے بھی اسی محکمہ کے تحت کام کر رہے ہیں -

اس محکمے کا ایک ڈویژن قدرتی وسائل سے تعلق رکھتا ہے - ہمارے قدرتی وسائل معدنیات ، تیل ، گیس اور پن بجلی ہیں - ارضیاتی سروے کے محکمے کا تعلق بھی اسی ڈویژن سے ہے - ارضیاتی سروے کے محکمہ کا کام معدنیات کی تلاش کرنا ہے - ہمارے ہاں گیس اور تیل کے نئے نئے ذخیرے دریافت کیے جا رہے ہیں اور انھیں کام میں لانے اور بڑھانے اور پھیلانے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے - اس کے لیے تیل اور گیس کی کارپوریشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے ، جس سے ان وسائل کی ترقی اور استعمال میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے -

محکمہ تجارت | ہمارے ملک کے کارخانے عمدہ چیزیں تیار کر رہے ہیں اور غیر ملکوں میں ان کی مانگ برابر بڑھتی چلی جا رہی ہے - بیرونی تجارت کو فروغ دینے کے لیے حکومت نے تجارت کا محکمہ قائم کیا ہے - اس کا ایک طریق یہ ہے کہ غیر ملکوں کی بنی ہوئی چیزوں پر درآمدی ٹیکس بڑھا دیا جائے - اپنے ملک کی بنی ہوئی اچھی چیزوں پر چونگی کے قسم کا ٹیکس کم کیا جائے ان ٹیکسوں کے نرخوں کو مقرر کرنے کے لیے اس محکمہ نے ایک ٹیرف کمیشن قائم کیا ہوا ہے - ساتھ ساتھ اس نے ملکی پیداوار کی برآمد کو ترقی دینے کے لیے ایک بیوریو بھی بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ہماری بر آمدی تجارت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے - تجارت کو ترقی دینے کے لیے بیمہ کاری بھی بہت ضروری ہے -

اس کے لیے اس وزارت نے بیمہ کاری کا شعبہ قائم کیا ہے اور ملک میں بیمہ کاری کو فروغ دینے کے لیے پاکستان بیمہ کارپوریشن کی بنیاد ڈالی ہے۔ ہر حکومت کا ایک اہم فرض یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ہر شہری کے لیے زندگی کی ضروریات بہم پہنچائے، اس میں خوراک، تعلیم، علاج معالجہ سبھی کچھ شامل ہے۔ ملکی خدمت کے ان پہلوؤں کو صوبائی حکومتوں کے سپرد کیا گیا ہے اور ہر صوبے میں ان کے محکمے موجود ہیں۔ لیکن ان کے بعض پہلو ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق پورے ملک سے ہوتا ہے، اس لیے ان شعبوں کے محکمے مرکزی حکومت میں بھی موجود ہیں۔

محکمہ خوراک مرکزی حکومت کا ایک محکمہ خوراک کا ہے جس میں خوراک اور زراعت کا شعبہ، روئی اور پٹ سن کی ترقی پر خاص توجہ دیتا ہے۔ ہم ان دونوں اجناس سے کافی زر مبادلہ کماتے ہیں، اس محکمے نے روئی اور پٹ سن کی ترقی کے لیے علیحدہ علیحدہ مرکزی کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں اور کپاس پر تحقیقات کے لیے ایک ریسرچ انسٹیٹیوٹ بھی قائم کیا ہے۔ ہمارے ہاں زرعی پیداوار کا بڑا حصہ کیڑے مکوڑے تلف کر دیتے ہیں۔ یہ محکمہ پودوں کی حفاظت کا کام بھی کر رہا ہے اور ٹڈی دل کے بارے میں اطلاعات بھی فراہم کرتا ہے۔ اس محکمے کے تحت ملک میں حیواناتی سروے کا کام بھی ہو رہا ہے جس سے

ہمیں اپنی حیواناتی دولت کا اندازہ ہو سکے گا۔ اس محکمے نے مچھلیوں کا ایک عجائب خانہ یا آب گھر بنایا ہے۔ یہ محکمہ پاکستان کے سمندروں میں مچھلیوں کی پرورش گاہوں کا جائزہ لیتا اور ان کو ترقی دینے کے انتظامات کرتا ہے۔ اس کا ایک کام غیر ملکوں سے لائے ہوئے پودوں کا معائنہ کرنا بھی ہے۔ بعض اوقات ان پودوں کے ذریعے ہمارے ملک کے درختوں اور پودوں میں نئی بیماریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس محکمے کا پودوں کے صحت خانہ (کوارنٹین) کا شعبہ اسی کام کو سر انجام دیتا ہے۔

صحت، محنت اور سماجی بہبود | مرکزی حکومت کا ایک محکمہ صحت، محنت اور سماجی بہبود کا ہے۔ ویسے تو ہر صوبے میں صحت عامہ کے محکمے موجود ہیں مگر مرکزی حکومت کا یہ محکمہ ایسے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو پورے ملک کے لیے اہم ہیں مثلاً ہمارے ہاں تپ دق اور ملیریا عالمگیر وبا کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ان کو ختم کرنے کے لیے اس محکمہ میں ملیریا اور تپ دق کے انسداد کا ایک شعبہ قائم کیا گیا ہے۔ آج کل بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ ہر ملک کو در پیش ہے۔ ہمارے ہاں بھی اس کی وجہ سے نئی نئی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کی روک تھام کے لیے اس محکمہ نے خاندانی منصوبہ بندی اور تعلیم و صحت کا ایک شعبہ کھولا ہے جس کے مرکز پورے

ملک میں قائم کر دیے گئے ہیں - خوراک کے بارے میں ہمارے ہاں اب تک اس پہلو پر غور نہیں کیا گیا ہے کہ ہماری کھانے پینے کی چیزوں کی خوراکی قیمت کیا کچھ ہے - اس محکمہ کا ایک شعبہ اسی مسئلہ پر تحقیقات کرنے کے لیے بنایا گیا ہے - ہمارے ہاں مختلف میڈیکل کالجوں میں طبی تحقیقات ہو رہی ہے - اس محکمہ کی طرف سے ایک میڈیکل ریسرچ کونسل بنائی گئی ہے جو ملک بھر میں طبی تحقیقات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور تحقیق کرنے والوں کو آپس میں مل بیٹھ کر بحث و مباحثہ کرنے کا موقع بہم پہنچاتی ہے - بعض ملکی اور غیر ملکی ادارے بھی اس محکمے کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں ، ان میں صلیب احمر ، انسداد تپ دق کی انجمن اور ادارہ خوراک و زراعت (F.A.O) شامل ہیں -

اس محکمے کا محنت اور سماجی بہبود کا ڈویژن مزدوروں اور خاص طور پر ملاحوں کی سماجی فلاح کا کام کرتا ہے - ہر ترقی پذیر ملک کے لیے اس بات کا اندازہ لگانا نہایت ضروری ہوتا ہے کہ اس کے شہروں میں کتنے لوگ کس قسم کے صنعتی ، فنی یا اعلیٰ پیشوں کا کام کر سکتے ہیں - اس سروے کرنے کے لیے محکمہ نے انسانی وسائل کی قومی کونسل کی بنیاد رکھی ہے - سماجی خدمت کا کام کرنے والوں کو خاص قسم کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے ، اس کے لیے سماجی خدمات کے انسٹیٹیوٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے -

تعلیم اور سائنس | مرکزی حکومت کا ایک محکمہ تعلیم اور سائنس کا بھی ہے - یہ محکمہ کل پاکستان کے لیے تعلیمی منصوبے تیار کرتا ہے اور ان کو عملی شکل دینے کی تدبیر پر غور و فکر کرتا ہے - ملکی زبانوں اور پاکستانی ثقافت کو ترقی دینے کا کام بھی اس محکمے کے سپرد ہے - اردو اور بنگالی زبان کے مرکزی ترقیاتی بورڈ ، اقبال ایکاڈمی کراچی ، بنگالی ایکاڈمی ڈھاکہ وغیرہ کا بھی اسی محکمہ سے تعلق ہے - یہ محکمہ پاکستان آرٹ کونسل ، محکمہ آثار قدیمہ اور عجائب گھروں اور قومی لائبریری کے ذریعہ ملک کی قدیم اور جدید ثقافت کے تحفظ اور اس کی ترقی کے لیے کام کر رہا ہے - پاکستان میں کھیلوں کے کنٹرول بورڈ کا تعلق بھی اس محکمے سے ہے - اس محکمے کے سائنس ڈویژن میں جوہری توانائی کا کمیشن ملک میں طاقت کی اس نئی دریافت کے مرکز کھول رہا ہے اور اسے امن کے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہے - اس کی سائنس اور صنعتی تحقیقات کی کونسل نے اس مقصد کے لیے کئی ایک مرکز قائم کیے ہیں جو ہماری صنعت کو فنی رہنمائی کی سہولتیں بہم پہنچا رہے ہیں ، اس طرح ہم اپنے صنعتی وسائل کو زیادہ سے زیادہ کام میں لانے کے قابل ہوتے جا رہے ہیں - مرکزی حکومت کا محکمہ قانون ، حکومت کو قانونی مشورے دیتا ہے - اس محکمہ کی اسلامی مشاورتی کونسل قوانین کے مسودوں کا مطالعہ کرتی ہے اور ان کو اسلام کی تعلیم اور

اس کے اصولوں کے مطابق ڈھالتی ہے۔ اس محکمہ کی اسلامی تحقیقات کی انسٹیٹیوٹ ہمارے مذہبی ورثے کے اس پہلو پر تحقیق کرتی ہے کہ اسلام نے طرز فکر، سائنس اور ثقافت میں کیا کچھ قیمتی اضافے کیے اور ہم پرانے تحقیقاتی جذبے کو کس طرح دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں۔

ان محکموں کے علاوہ مرکز میں ایک انتخابی کمیشن ہے، جو ملک بھر میں انتخاب کا انتظام کرتا ہے۔ موسمیات کا محکمہ جس کا تعلق وزارت دفاع سے ہے موسم کا حال بتاتا ہے۔ پاکستانی سروے کا محکمہ ملک کے مختلف حصوں کے صحیح نقشے تیار کرتا ہے اور مردم شماری کا محکمہ آبادی کے اعداد و شمار بہم پہنچاتا ہے۔

سوالات

۱ - امور خارجہ، دفاع، نشریات مرکزی حکومت کے ہاتھ میں کیوں ہونے چاہییں؟ اگر انھیں صوبائی حکومتوں کو دے دیا جائے تو اس سے ملک کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟

۲ - تم ڈاک خانہ کے محکمے سے کون کون سی خدمات لے سکتے ہو۔

۳ - صنعت و حرفت اور قدرتی وسائل کا محکمہ ملک کے لیے کیا کچھ کر رہا ہے؟

۴ - تجارت کا محکمہ ملکی تجارت کو بڑھانے کے لیے کیا کیا کام کرتا ہے ؟

۵ - ان شعبوں کا مرکزی حکومت کے کن محکموں سے تعلق ہے - (۲) مچھلیوں کا عجائب خانہ - (۲) تیل اور گیس کی کارپوریشن - (۳) اسلامی مشاورتی کونسل - (۴) جوہری توانائی کا کمیشن -

عملی کام

اپنے والد سے دریافت کرو کہ انھیں روز مرہ کی زندگی میں مرکزی حکومت کے کن محکموں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ ان کے کام میں کیا امداد دیتے ہیں ؟

(ب) سپریم کورٹ

حکومت کے تین شعبے ہوتے ہیں - ایک قانون بنانے والا ، اس کام کو اسمبلیاں کرتی ہیں - ایک انتظام کرنے والا یہ کام صدر اور گورنروں کے سپرد ہے - تیسرا شعبہ عدلیہ کا ہے - ہر ملک کا انتظام اس کے قانون کے مطابق چلایا جاتا ہے ، لیکن انتظام کرنے والے اگر قانون کے مطابق عمل نہ کریں تو ان کی باز پرس عدلیہ ہی کر سکتی ہے - اگر کوئی شہری یہ سمجھتا ہے کہ انتظامیہ نے اس پر زیادتی کی ہے تو وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے - اگر کسی شہری کو صوبائی حکومت کے خلاف شکایت ہو تو وہ صوبے کی سب سے بڑی عدالت ہائی کورٹ میں درخواست کرتا ہے - لیکن اگر اسے مرکزی حکومت سے شکایت ہو تو اس شکایت کو ہائی کورٹ نہیں سن سکتی ، کیونکہ اس کا اختیار محض صوبے تک محدود ہوتا ہے - اس کے لیے ہمارے ملک میں ایک اور بڑی عدالت ہے جسے سپریم کورٹ کہتے ہیں - اس طرح اگر کوئی شہری ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کرنا چاہے تو وہ بھی سپریم کورٹ میں اپیل کر سکتا ہے -

سپریم کورٹ ہمارے ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے - یہ عدالت ہائی کورٹ سے بھی اعلیٰ ہے - سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو صدر پاکستان مقرر کرتا ہے اور دوسرے

ججوں کو مقرر کرتے وقت اسے چیف جسٹس سے مشورہ لینا پڑتا ہے - سپریم کورٹ کا صدر مقام تو اسلام آباد میں ہے لیکن آج کل اس کے اجلاس لاہور میں ہوتے ہیں - یہ عدالت سال میں کم از کم دو مرتبہ ڈھاکہ میں بھی اپنا اجلاس کرتی ہے -

جج بننے کے شرایط ملک کی سب سے بڑی عدالت کے ججوں کی لیاقت اور تجربے کا معیار بہت اونچا رکھا گیا ہے - ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کے شہری ہوں - پانچ سال یا اس سے زیادہ مدت تک ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہوں یا پندرہ سال تک ہائی کورٹ میں وکالت کر چکے ہوں -

ہمارے آئین میں سپریم کورٹ کے ججوں کی حیثیت اتنی بلند اس لیے رکھی گئی ہے تاکہ وہ ہر مسئلے کا فیصلہ پورے انصاف اور غیر جانب داری سے کریں - اس کے لیے ایک، تو انھیں بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں، دوسری سرکاری ملازموں کے مقابلے میں وہ 65 سال کی عمر تک ملازمت کر سکتے ہیں - ان کے مرتبے کو بلند رکھنے کے لیے ان پر یہ پابندی بھی لگا دی گئی ہے کہ اپنی ملازمت ختم کرنے کے بعد وہ سپریم کورٹ یا کسی ماتحت عدالت میں وکیل کے طور پر کام نہیں کر سکتے اور اپنی میعاد ملازمت ختم ہونے کے دو سال کے اندر وہ کوئی اور ملازمت بھی نہیں کر سکتے - ان کے لیے یہ

تحفظ بھی رکھا گیا ہے کہ انھیں صدر پاکستان کے سوا کوئی اور برخاست نہیں کر سکتا -

اختیارات ملک کی سب سے بڑی عدالت کی حیثیت سے سپریم کورٹ کو اپیل سننے کا حق حاصل ہے - اگر کسی شخص کو ہائی کورٹ موت یا عمر قید کی سزا دیتی ہے تو سپریم کورٹ اس کے خلاف ملزم کی اپیل سنتی ہے - اسی طرح اگر کسی شخص کا رویہ ہائی کورٹ میں قابل اعتراض ہو اور ہائی کورٹ اس کو توہین عدالت کے جرم میں سزا دے تو وہ اس سزا کے خلاف سپریم کورٹ ہی میں اپیل کر سکتا ہے ، کیونکہ یہ ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے -

آئین کی وضاحت اس عدالت کا سب سے اہم اختیار آئین کی وضاحت ہے - آئین ہمارے ملک کا سب سے اعلیٰ قانون ہے - ہمارے طرز حکومت کی پوری بنیاد اس پر رکھی گئی ہے - کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آئین کی کسی شق کے متعلق رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کی وضاحت کا اختیار صرف سپریم کورٹ کو ہی ہوتا ہے - اگر مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت میں اختلاف ہو جائے تو یہ معاملہ بھی سپریم کورٹ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے - یہ عدالت پورے ملک میں ہر قسم کی ہدایات یا ڈگریاں اسی طرح جاری کر سکتی ہے جس طرح

ہائی کورٹ صوبے کے لیے کرتی ہے - یہ عدالت جس شخص کو چاہے اسے عدالت میں حاضر ہونے اور دستاویز پیش کرنے کا حکم دے سکتی ہے - چونکہ ملک بھر کی عدالتیں اس کے ماتحت ہوتی ہیں اس لیے یہ صدر کی منظوری سے ایسے قواعد بنا سکتی ہے جو عدالتوں کی کار کردگی کو بہتر بنا سکیں -

عام شہریوں کے جرائم کی تحقیق تو عام عدالتیں کرتی ہیں ، لیکن اگر سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے ججوں کے خلاف کوئی الزام ہو تو اس کی تحقیق ایک کمیٹی کرتی ہے جسے سپریم جوڈیشل کونسل کہتے ہیں - اس کا صدر سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ہوتا ہے اور ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس اس کے ممبر ہوتے ہیں - یہ کمیٹی اعلیٰ عدالتوں کے لیے ضابطہ اخلاق کا بھی تعین کرتی ہے -

سوالات

۱ - مرکزی حکومت کے تین بڑے شعبے انتظامیہ ، مقننہ (قانون بنانے والا) اور عدلیہ ہیں - ان کا آپس میں کیا رشتہ ہے اور ہر ایک کے مخصوص اختیارات اور فرائض کیا کیا ہیں ؟

باب 12

حکومت کی آمدنی اور اخراجات

(الف) مرکزی حکومت کی آمدنی اور اخراجات

ہماری حکومت لوگوں کی بہتری اور بھلائی اور ان کے آرام و سہولت کے لیے سینکڑوں کام کرتی ہے، مثلاً سکول کی عمارتیں اور سڑکیں، نہریں اور ریلیں بناتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے کام کرتی ہے جن پر بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا۔ بھارت کو شکست دینے کے لیے ہمیں روزانہ لاکھوں نہیں کروڑوں روپے خرچ کرنے پڑے۔ اس خرچ کو کون اٹھاتا ہے اور یہ کہاں سے آتا ہے؟ آؤ! ہم تمھیں بتائیں کہ ہم سب مل کر ان اخراجات کو کیسے پورا کرتے ہیں۔

اپنے والد کو ہی دیکھ لو۔ اگر زمیندار ہیں تو زمین اور نہر کا لگان اور آبیانہ دیتے ہیں۔ اگر شہر میں ملازمت یا کاروبار کرتے ہیں تو ان کو انکم ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ تم خود بھی حکومت کے خزانے میں کچھ نہ

کچھ داخل کرتے رہتے ہو - اگر کسی گورنمنٹ سکول میں ہو تو تمھاری فیس سرکاری خزانے میں جاتی ہے - اگر کوئی چیز خریدتے ہو تو اس پر بکری ٹیکس ادا کرتے ہو ، یہ سب روپیہ حکومت کے خزانے میں جاتا ہے -

دو حکومتیں | لیکن ہماری حکومت بھی تو ایک نہیں بلکہ دو ہیں - ایک مرکزی حکومت اور دوسری صوبائی حکومت ، آخر یہ سب روپیہ کس حکومت کے خزانے میں جاتا ہے ؟

روپیہ کی تو دونوں حکومتوں کو ضرورت ہے لیکن انھوں نے آمدنی کے ذریعوں کو آپس میں بانٹ رکھا ہے - کچھ ذرائع کی آمدنی مرکزی حکومت کے خزانے میں جاتی ہے اور کچھ کی صوبائی خزانے میں - اب ہم تمھیں مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں -

مرکزی حکومت کی آمدنی کے ذریعے | ہماری مرکزی حکومت کی آمدنی کروڑوں نہیں اربوں روپے میں شمار ہوتی ہے - تم کہو گے ہماری حکومت اتنا روپیہ کہاں سے حاصل کرتی ہے ؟ پاکستان مملکت خداداد ہے - خدا نے ہمیں ایسا ملک دیا ہے جس میں قدرتی دولت کے بیش بہا خزانے موجود ہیں - ہمارے ہاں ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کی ساری دنیا کو ضرورت ہے، ہم بھی ضرورت کی چیزیں باہر سے منگواتے ہیں - ہماری حکومت ان چیزوں پر جو باہر سے آتی ہیں درآمدی

محصول لگاتی ہے ، اس سے ایک تو حکومت کو آمدنی ہوتی ہے اس کے علاوہ اس طرح باہر کی چیزوں کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ملک میں بنی ہوئی چیزوں سے مہنگی پڑتی ہیں ۔ اس کی وجہ سے خریدار اپنے ہاں کی بنی ہوئی چیزیں زیادہ خریدتے ہیں ۔ اگر وہ سستی نہ ہوں تو ان کی بکری کم ہو جائے ۔ بعض ایسے محکمے بھی ہیں جن سے حکومت کو معقول آمدنی ہوتی ہے ، مثلاً ریل ، ڈاک اور تار ، بنک ، سکے اور نوٹ بنانے کا کام وغیرہ ۔ اس کے علاوہ حکومت کئی قسم کے ٹیکس بھی لگاتی ہے ۔

ٹیکسوں کی قسمیں

انکم ٹیکس | ٹیکس کئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ تم نے انکم ٹیکس کا نام تو سنا ہو گا ۔ ممکن ہے تمہارے والد بھی انکم ٹیکس ادا کرتے ہوں ۔ یہ ٹیکس سالانہ آمدنی پر وصول کیا جاتا ہے ۔ جن لوگوں کی سالانہ آمدنی چھ ہزار سے کم ہوتی ہے انھیں یہ ٹیکس معاف ہوتا ہے ۔ چھ ہزار کی سالانہ آمدنی سے اوپر جوں جوں آمدنی بڑھتی جاتی ہے ٹیکس کی شرح بھی بڑھتی جاتی ہے ۔ اس طرح سے کم آمدنی والے کم ٹیکس دیتے ہیں اور زیادہ آمدنی والے لوگوں کو زیادہ ٹیکس دینا پڑتا ہے ۔

کارپوریشن ٹیکس | جب کئی ایک کمپنیاں مل کر اپنا سرمایہ اکٹھا کر لیتے ہیں تو اسے کارپوریشن کہتے ہیں ۔

آج کل ہمارے ملک میں صنعت اور تجارت میں بڑی ترقی ہو رہی ہے - اس لیے کارپوریشن کی تعداد بھی روز بروز بڑھ رہی ہے - مرکزی حکومت ان پر ٹیکس لگاتی ہے اور اس آمدنی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے -

ایکسائز ٹیکس | حکومت بعض ایسی چیزوں پر بھی ٹیکس لگاتی ہے جو ملک کے اندر پیدا ہوتی ہیں - ان میں تمباکو ، سگریٹ ، چینی ، پٹرول ، مٹی کا تیل ، کپڑا ، چائے وغیرہ قابل ذکر ہیں - اس ٹیکس سے بھی حکومت کو کافی آمدنی ہوتی ہے -

بکری ٹیکس | بازار میں جو چیزیں بکتی ہیں ان میں سے کچھ تو باہر سے درآمد کی جاتی ہیں اور کچھ ملکی کارخانوں میں تیار ہوتی ہیں ، ان میں بکری ٹیکس بھی شامل ہوتا ہے - جو چیزیں درآمد ہوتی ہیں ان پر یہ ٹیکس بندرگاہ پر کسٹم ڈیوٹی کے ساتھ وصول کر لیا جاتا ہے اور ان چیزوں پر جو ملکی کارخانوں میں بنتی ہیں یہ ٹیکس کارخانے داروں سے وصول کیا جاتا ہے -

ان کے علاوہ حکومت کان کے نمک پر بھی فی من کے حساب سے ٹیکس وصول کرتی ہے - حکومت کو ڈاک اور تار کے محکموں سے بھی معقول آمدنی ہوتی ہے - اس کے علاوہ موت ٹیکس (مرنے والے شخص کی جائیداد پر ٹیکس) مہاجر ٹیکس وغیرہ بھی مرکزی حکومت کے ذرائع آمدن ہیں -

سالانہ بجٹ | پاکستان کی حکومت اتنی رقم جمع کر کے کیا کرتی ہے ؟ ہماری حکومت کے بڑے بڑے خرچ ہیں۔ اگر یہ اخراجات نہ ہوتے تو وہ اپنے لوگوں پر یہ ٹیکس کبھی نہ لگاتی۔ حکومت ہر سال اپنا بجٹ بناتی ہے۔ اچھے طریقوں سے آمدنی بڑھانے کی کوشش کرتی ہے۔ ہر سال جون کے مہینے میں ہمارے وزیر مالیات بجٹ تیار کرتے ہیں۔ آمدنی اور خرچ کے سالانہ حساب کو بجٹ کہتے ہیں۔ اگر آمدنی بڑھ جائے تو آئندہ سال کے لیے لوگوں پر ٹیکس کا بوجھ کم کر دیا جاتا ہے اگر کمی ہو گئی ہو تو آمدنی بڑھانے کے دوسرے ذرائع سوچے جاتے ہیں۔

تم اکثر جولائی کے شروع میں سنتے ہو کہ فلاں چیز مہنگی ہو گئی۔ فلاں چیز سستی ہو گئی۔ تمباکو پر ٹیکس بڑھ گیا یا کاغذ پر گھٹ گیا۔ ان سب ٹیکسوں کا فیصلہ ہر سال جون کے آخر میں ہوتا ہے۔ بجٹ کو ہر سال جون کے مہینے میں پاکستان کی نیشنل اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

مرکزی حکومت کے اخراجات | ایک آزاد ملک کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنی آزادی کی حفاظت کرے اور اس کے لیے ایک مضبوط اور اچھی فوج رکھے۔ ہمیں ابھی ابھی آزادی ملی ہے۔ اس کا محفوظ رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ اس

کے لیے ہمیں ایک زبردست فوج کی ضرورت ہے۔ ہمارا سب سے زیادہ خرچ فوج پر ہو رہا ہے۔

مرکزی حکومت کی خدمات | اس کے علاوہ مرکزی حکومت ایسی خدمات انجام دیتی ہے جو سارے ملک کے لیے کارآمد ہوتی ہیں۔ مثلاً بندرگاہوں کا انتظام، دوسرے ملکوں میں اپنے سفیر اور نمایندے بھیجنا؛ ریڈیو سٹیشن، محکمہ آثار قدیمہ، معدنیات اور مہاجرین کی بحالی وغیرہ پر کافی روپیہ خرچ کرتی ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہر سال سیلاب اور طوفان آتے رہتے ہیں۔ حکومت مصیبت زدہ لوگوں کی آباد کاری میں امداد دیتی ہے۔ جنگ کے دوران جو لوگ بے گھر ہو گئے تھے ان کی آباد کاری پر بھی حکومت کو بہت خرچ کرنا پڑا۔ مرکزی حکومت نے اسلام آباد میں ایک نیا صدر مقام تعمیر کیا۔

ان اخراجات کے علاوہ ہماری حکومت کے سامنے کئی ایک ایسے منصوبے ہیں جن کے ذریعے وہ ملک کی آمدن اور پیداوار کو بڑھانے اور شہریوں کی زندگی کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ان منصوبوں پر مرکزی حکومت کا بہت خرچ ہوتا ہے۔ حکومت فولاد بنانے کے کارخانے لگا رہی ہے، یہ ہماری صنعتی ترقی کے لیے ضروری ہیں اور دفاع کے لیے بھی۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھاری مشینیں بنانے کے کارخانے نہیں تھے۔ ہماری حکومت اب

بڑے انجن، بجلی کی مشینیں وغیرہ بنانے کے کارخانے بھی لگا رہی ہے۔ اس کے علاوہ دونوں حصوں میں آب پاشی کے بڑے بڑے منصوبے زیر تعمیر ہیں۔ ان سب پر مرکزی حکومت کو بہت روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ان کے لیے ہماری حکومت دوسرے ملکوں سے مالی امداد بھی لیتی ہے اور اہل ملک سے بھی قرضہ لیتی ہے، جس سے حکومت کے کئی منصوبے مکمل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس قرضے پر لوگوں کو منافع بھی ملتا ہے۔

(ب) صوبائی حکومت کی آمدنی اور خرچ

مغربی پاکستان میں چار صوبے ہیں ان کے انتظام کے لیے بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ آخر یہ روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ یہ سب روپیہ عوام کی جیب سے جاتا ہے۔ اس پر شاید تم حیران ہو گے کہ تمھارے والد تو کسان یا معمولی ملازم ہیں وہ اتنی بڑی حکومت کا خرچ کہاں سے دیتے ہوں گے۔ لیکن ذرا غور کرو تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ حکومت کے مصارف پورا کرنے میں عوام کا بڑا حصہ ہے۔ اسی لیے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ یہ معلوم کریں کہ حکومت اس آمدنی کو صحیح طور پر خرچ کرتی بھی ہے یا نہیں۔ اس لیے عوام کے نمایندے صوبائی اسمبلی میں حکومت کے بجٹ یا آمدنی اور اخراجات کے حساب پر بحث مباحثہ کر سکتے ہیں۔

آمدنی کے ذرائع | تمہارے والد اگر کسان ہیں تو وہ زمین کا لگان دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نہری پانی کا آبیانہ بھی ادا کرتے ہیں۔ جب وہ کوئی زمین یا جائداد خریدتے ہیں تو اس کی رجسٹری کراتے ہیں۔ اس کی فیس بھی صوبائی حکومت کے خزانے میں جاتی ہے۔ رجسٹری یا عدالت میں عرضی پرچے کے لیے اشٹام کا کاغذ خریدنا پڑتا ہے۔ اس کی قیمت بھی حکومت کو ادا کی جاتی ہے۔ تم خود بھی تو صوبائی حکومت کے خزانے میں ہر مہینے کچھ نہ کچھ داخل کرتے رہتے ہو۔ ہر مہینے مدرسے کی فیس دیتے ہو۔ اگر تم گورنمنٹ سکول میں تعلیم پاتے ہو تو یہ فیس حکومت کے خزانے میں اور اگر ڈسٹرکٹ کونسل سکول میں ہو تو کونسل کے خزانے میں جاتی ہے۔

مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں نے ملک کی آمدنی کو آپس میں تقسیم کر رکھا ہے۔ کچھ ٹیکس مرکزی حکومت کے خزانے میں جاتے ہیں اور کچھ صوبائی خزانے میں داخل کیے جاتے ہیں۔ صوبائی حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ زمین اور نہری پانی کا لگان ہے۔

دوسرے ذرائع | صوبائی حکومت کو کئی اور ذریعوں سے بھی آمدنی ہوتی ہے۔ مثلاً ہر صوبائی حکومت بعض ایسی چیزوں پر ٹیکس لگاتی ہے، جو صوبے میں پیدا ہوتی ہیں، اس کو محصول آبکاری کہتے ہیں۔ اس کو جنگلات کی لکڑی،

عدالتوں کے جرمانوں اور دوسرے ذرائع سے بھی آمدنی ہوتی ہے - اسی طرح سکولوں کی فیس ، ہسپتالوں میں دوائیوں کی قیمت ، زراعتی کاموں ، صنعت و حرفت کے اداروں کی آمدنی وغیرہ سے بھی حکومت کے خزانے میں روپیہ آتا رہتا ہے -

اس کے علاوہ صوبائی حکومتیں شہروں اور دیہی علاقوں میں سرکاری زمین فروخت کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کرتی ہیں - سنیما دیکھنے والوں کو تفریحی ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے ، یہ روپیہ بھی صوبائی حکومت کے خزانے میں جاتا ہے - اسی طرح موٹروں پر ٹیکس لگایا جاتا ہے - حکومت نشہ آور چیزوں کی بکری کم کرنا چاہتی ہے اس لیے ان کے ٹھیکوں کا نیلام کرتی ہے ، اس سے بھی آمدنی ہوتی ہے -

اخراجات | حکومت یہ سب روپیہ اپنے خزانے میں بند کر کے نہیں رکھتی بلکہ اسے اپنے لوگوں کی بھلائی پر خرچ کرتی ہے - تم اپنے آپ ہی کو دیکھ لو - تمھارا مدرسہ اگر گورنمنٹ سکول ہے تو اس کا سب خرچ حکومت دیتی ہے - اگر غیر سرکاری سکول ہے تو اسے حکومت سے امداد ملتی ہے - اگر ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو حکومت کے ہسپتالوں میں مفت علاج ہوتا ہے - دواخانے سے دوا بھی مفت ملتی ہے - اگر کوئی جانور بیمار ہو جائے تو اس کے لیے حکومت نے مویشیوں کے ہسپتال کھولے ہوئے ہیں - اس طرح اور بہت سی چیزوں پر حکومت کا بہت کچھ خرچ ہوتا رہتا ہے -

صوبے میں امن و امان قائم رکھنا چونکہ صوبائی حکومت کی اہم ذمہ داری ہے۔ اس لیے صوبائی بجٹ میں پولیس پر خرچ کرنے کے لیے کافی روپیہ رکھا جاتا ہے لیکن جوں جوں ہمارے لوگ شہریت کی تعلیم پاتے جائیں گے وہ زیادہ امن پسند ہوتے جائیں گے اور پولیس کے محکمے پر ہمارا خرچ کم ہوتا جائے گا۔ حکومت تعلیم پر بھی بہت خرچ کرتی ہے۔ اس کے بعد سب سے بڑا خرچ شفاخانوں، نہروں سڑکوں اور ان سرکاری عمارتوں کے بنانے پر ہوتا ہے جو لوگوں کے کام آتی ہیں۔ حکومت، انتظامیہ، ریلوے، عدالتی اور دوسرے محکموں پر بھی بہت روپیہ خرچ کرتی ہے اس طرح حکومت ایک ہاتھ سے لوگوں سے روپیہ لیتی ہے اور دوسرے ہاتھ سے ان پر ہی خرچ کر دیتی ہے۔

(ج) مقامی حکومت کے اداروں کی آمدنی اور خرچ

اگر تمھارے والد شہر میں رہتے ہیں تو میونسپل کمیٹی کو ٹیکس دیتے ہوں گے، اگر دیہات میں رہتے ہیں تو ضلع کونسل کو کچھ نہ کچھ ادا کرتے ہوں گے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ کہ شہر میں کون کون سے ٹیکس ادا کیے جاتے ہیں ؟

باہر سے کوئی چیز شہر میں لائی جائے تو کمیٹی اس پر چونگی کا محصول لیتی ہے۔ جن لوگوں کے مکان ہیں ان سے

ہاؤس ٹیکس وصول کرتی ہے۔ ایسے ہی بعض دکاندار اور دوسرے پیشوں والے بھی ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

ضلع کونسل کی آمدنی | پٹواری کے ہاں تم نے لگان کے کاغذات دیکھے ہوں گے، ان میں ایک خانہ ضلع کونسل کے ٹیکس کا بھی ہوتا ہے۔ ہر ایک کسان اپنی زمین پر ضلع کونسل کا ٹیکس ادا کرتا ہے۔ اس آمدنی کے علاوہ میونسپل کمیٹی اور ضلع کونسل کو حکومت کی طرف سے بھی امداد ملتی ہے۔ تم پوچھو گے کہ آخر ہم لوگ کمیٹی اور ضلع کونسل کو اتنے ٹیکس کیوں ادا کرتے ہیں۔ اگر تم شہر میں رہتے ہو تو جس گھر میں رہتے ہو کمیٹی اس کے لیے پانی اور بجلی مہیا کرتی ہے۔ باہر سڑک پر جاتے ہو تو اس پر صفائی اور روشنی کا انتظام کرتی ہے، شہر میں سڑکیں بنواتی ہے، مدرسے کھولتی ہے، ہسپتالوں اور دوا خانوں کا انتظام کرتی ہے، گندے پانی کے نکاس کے لیے نالیاں بنواتی ہے۔ تمھاری سیر کے لیے باغات لگواتی ہے۔ بھلا بتاؤ جو کمیٹی تمھارے لیے اتنے کام کرے کیا اس کا اتنا بھی حق نہیں کہ ان اخراجات کے لیے تم سے ٹیکس وصول کرے۔

اخراجات | اسی طرح اگر تم دیہات میں رہتے ہو تو ضلع کونسل کی بنائی ہوئی سڑک سے شہر جاتے ہو۔ کونسل کے مدرسے میں پڑھتے ہو، اسی کے بنائے ہوئے ہسپتال سے مفت دوا لیتے ہو۔ جب وبا پھیلتی ہے تو ضلع کونسل کے ڈاکٹر



اپنی مدد آپ کے تحت گاؤں کی سڑک بنائی جا رہی ہے۔

آ کر لوگوں کو ٹیکہ لگاتے ہیں ، کنوؤں میں دوا ڈالتے ہیں ، بعض کونسلیں اپنے ضلعوں میں مویشیوں کے میلے لگاتی ہیں ، مفید درختوں کے ذخیرے لگاتی ہیں اور اسی طرح لوگوں کی بھلائی کے اور بہت سے کام کرتی ہیں -

آمدنی | حکومت نے بہت سے کام یونین کونسلوں اور ضلع کونسلوں کے سپرد کر رکھے ہیں - ان کاموں کو پورا کرنے کے لیے یہ ادارے اپنے اپنے علاقے میں کئی ایک ٹیکس عاید کر سکتے ہیں -

یہ ادارے مدرسوں ، ہسپتالوں ، سڑکوں اور پلوں پر تو پہلے سے ہی خرچ کرتے چلے آئے ہیں چونکہ اب انہیں زیادہ ٹیکس لگانے کا اختیار دے دیا گیا ہے اس لیے ان کے کام بھی بڑھ گئے ہیں -

یہ ادارے زرعی پیداوار کو بڑھانے کی تدبیریں کرتے ہیں - اپنے علاقے میں صنعتوں اور امداد باہمی کی انجمنوں کو ترقی دینے کی کوشش کرتے ہیں - سیلاب ، زلزلہ اور قحط وغیرہ کی صورت میں امدادی کام کرتے ہیں - اپنے علاقوں میں میلوں اور نمائشوں کے علاوہ جشن ہائے عام کا انتظام کرتے ہیں - پبلک باغات ، کھیلوں کے میدان ، مویشیوں کے لیے پانی پینے کے حوض اور مسافروں کے لیے مسافر خانوں کا انتظام کرتے ہیں -

سوالات

۱ - مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی کیا کیا ہیں ؟

۲ - مرکزی حکومت اپنی آمدنی کو کہاں کہاں خرچ کرتی ہے ؟

۳ - تمھارے والد حکومت کو جو ٹیکس دیتے ہیں ان میں سے کون سے ٹیکس مرکزی حکومت کے ہیں اور کون سے صوبائی حکومت کے ؟

۴ - ضلع اور یونین کونسلوں کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں ؟

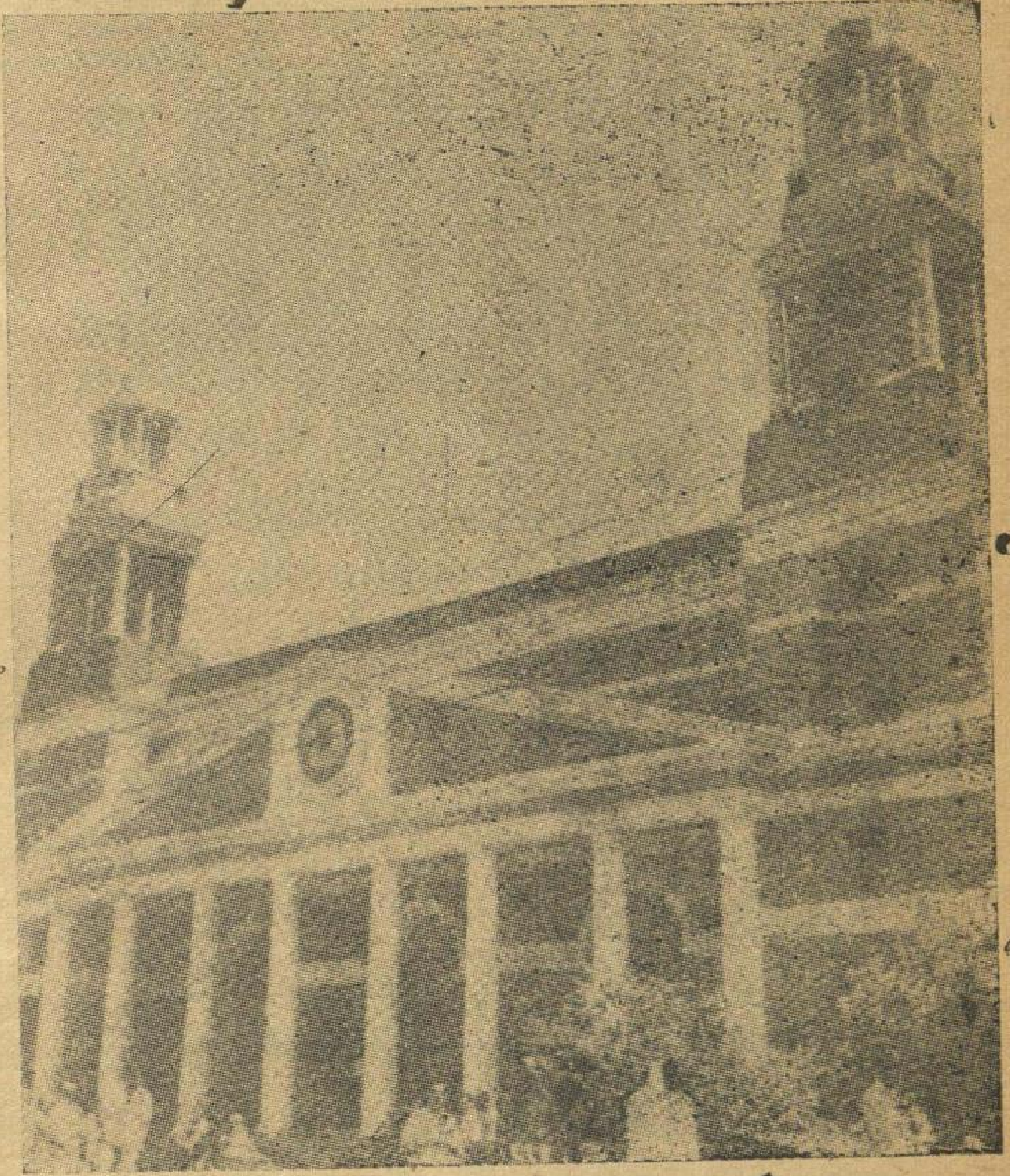
۵ - یہ رقمیں کس کے خزانے میں جاتی ہیں ؟ سکول کی فیس ، تار کی فیس ، بندرگاہ پر کسٹم ڈیوٹی ، جائیداد پر ٹیکس، اشٹام کے کاغذ کی فیس -

---

بنکاری

بنکوں کے کام | پرانے زمانے میں لوگ روپیہ پیسہ بچاتے تھے تو اسے زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ اس طرح ہر وقت چوری چکاری کا ڈر رہتا تھا اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ زمین میں روپیہ دبانے والا کسی کو بتائے بغیر مر جاتا اور وہ روپیہ زمین میں ہی دفن ہو کے رہ جاتا۔ آج کل اگر ہمارے پاس فالتو روپیہ ہوتا ہے تو اسے کسی نہ کسی بنک میں جمع کرا دیتے ہیں۔ بنک ہماری رقم کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کے علاوہ ہمیں اس پر منافع بھی دیتا ہے۔ اصل میں بنک ہمارے روپے کو ایسے کاروبار، صنعت یا کارخانے میں لگاتا ہے جس سے اس کو اور زیادہ منافع ملتا ہے یا ضرورت مند لوگوں کو زیادہ شرح پر قرضہ دیتا ہے۔ اس آمدنی سے وہ روپیہ جمع کرنے والے کو منافع ادا کرتا ہے۔ بنک میں روپیہ رکھنے سے ایک تو رقم محفوظ ہو جاتی ہے دوسرے بنک اس کو ایسے کاموں میں استعمال کرتا ہے جن سے ملک میں صنعت یا زراعت وغیرہ کی ترقی ہوتی ہے۔ بنک محض روپیہ جمع کرنے یا قرض دینے کا کام ہی نہیں کرتے۔ اگر تمہیں کسی دن بنک میں جانے کا موقع ملے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ بنک کیا کیا کام کرتے ہیں۔

بنکوں کے کام | اگر تمہیں کسی کا روپیہ دینا ہے تو اس کی ضرورت نہیں کہ تم پہلے کہیں سے روپیہ مہیا کرو، اس کی گنتی کر کے پھر اس کی ادائیگی کرو۔ اگر تمہارا کسی بنک میں حساب ہے تو تم اسے اتنی رقم کا چیک دے دیتے ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تمہیں چیک کے ذریعہ ادائیگی کرتا ہے تو وہ رقم بھی تمہارے حساب میں جمع ہو سکتی ہے۔ اس سے وقت اور محنت دونوں کی بچت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں کوئی رقم کسی دوسرے شہر میں بھیجنا ہو تو ہم اسی رقم کو بنک میں جمع کرا دیتے ہیں اور تھوڑا سا کمیشن ادا کر کے وہاں سے اس رقم کا ڈرافٹ چیک بنوا لیتے ہیں اور اسے معمولی ڈاک سے بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح روپیہ حفاظت سے بھی پہنچ جاتا ہے اور اس پر خرچ بھی کم آتا ہے۔ اگر کسی کو حج پر یا کسی اور ملک میں جانا ہو تو بنک والے اس کے لیے زر مبادلہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو دوسرے ملک میں روپیہ بھیجنا ہو تو بنک اس کام میں بھی مدد دیتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی دکاندار کسی کارخانے سے مال منگواتا ہے تو کارخانے دار اسے بنک کے ذریعے مال بھیجتا ہے، مال بنک کے گودام میں جمع رہتا ہے اور جب دکاندار قیمت ادا کر دیتا ہے تو مال اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے مال بیچنے والے کو نقد قیمت وصول ہو جاتی ہے اور کاروبار میں بھی آسانی رہتی ہے۔



سٹیٹ بنک آف پاکستان

بنک اور تجارت کی ترقی | بنک تجارت کو فروغ دینے میں بھی اہم حصہ لیتے ہیں - تجارت کو ترقی دینے کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ رقم کی ادائیگی آسانی سے ہو اور فوری طور پر ہو - تاجر کو اگر جگہ جگہ نقد روپیہ ادا کرنا پڑے تو اسے بڑی پریشانی کا سامنا ہو گا - اس کی بجائے وہ بنک کا چیک یا ڈرافٹ بھیج دیتا ہے اور بازار میں اسے نقد روپے کے عوض لے لیا جاتا ہے - اسی طرح ان تاجروں کو جو غیر ملکوں کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں - روپیہ کی ادائیگی اور وصول میں آسانی ہو جاتی ہے - اس طرح وقت کی بھی بچت ہو جاتی ہے اور پریشانی بھی کم اٹھانی پڑتی ہے - بنک محض تجارتی کام ہی نہیں کرتے وہ ملک کی صنعت اور زراعت میں بھی بڑی مدد کرتے ہیں - زرعی بنک کسانوں کو کھاد ، اچھے بیج اور زرعی مشینیں خریدنے میں مدد دیتے ہیں - صنعتی بنک نئی نئی صنعتوں کے شروع کرنے کے لیے قرض دیتے ہیں - اس طرح وہ ملک کی پیداوار بڑھانے کے منصوبوں کو ترقی دینے میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں -

بنکوں کی اقسام | ہمارے ملک میں کئی قسم کے بنک ہیں - عام بنک جن کی شاخیں تم بازار میں دیکھتے ہو ، تجارتی بنک کہلاتے ہیں - یہ عام طور پر تجارت کا کاروبار کرتے ہیں - ان میں سے منظور شدہ بنکوں کا سرمایہ کم از کم 5 لاکھ روپے ہوتا ہے - حبیب بنک ، یونائیٹڈ بنک ، مسلم کمرشل

بنک وغیرہ سب تجارتی بنک ہیں - یہ بنک سرکاری نہیں ، نجی ہیں - نیشنل بنک آف پاکستان ایک اہم سرکاری تجارتی بنک ہے - اس کی شاخیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور پورے ملک میں جہاں اس کی شاخیں ہیں سٹیٹ بنک آف پاکستان کی نمائندگی کرتا ہے ، چونکہ ہماری آبادی کا سب سے بڑا پیشہ زراعت ہے ، اس لیے یہ بنک خاص طور پر زرعی پیداوار کے قرضے فراہم کرتا ، امانتوں کو محفوظ رکھتا اور دوسرے بنکوں کو قرضہ دیتا ہے -

مرکزی بنک | ہمارے ملک کا مرکزی بنک "سٹیٹ بنک آف پاکستان" ہے - یہ ایک نیم سرکاری بنک ہے - ملک میں نوٹ جاری کرنے کا کام یہی بنک کرتا ہے - یہ غیر ملکی سکے کے تبادلے کی بھی کڑی نگرانی کرتا ہے - اس کو بینکوں کا بنک اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دوسرے بنکوں کی نگرانی کرتا ہے اور ضرورت کے وقت انھیں قرضے بھی مہیا کرتا ہے -

ان کے علاوہ ہمارے ہاں ڈاک خانہ کی بچت کے بنک - مرکزی صوبائی کواپریٹو بنک اور صنعتی ترقیاتی بنک ، زرعی ترقیاتی بنک بھی ہیں -

بچت کی سکیمیں

پاکستان ایک ترقی کرتا ہوا ملک ہے - ہمارے ہاں ملکی پیداوار بڑھانے کے بہت سے منصوبوں پر کام ہو رہا ہے - اس

کے لیے چونکہ روپے پیسے کی ضرورت ہے، اس لیے ہماری حکومت بچت کی سکیموں پر خاص زور دے رہی ہے - ان سے شہریوں میں کفایت اور بچت کی عادت ترقی پا رہی ہے اور جو روپیہ حاصل ہوتا ہے وہ ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیا جاتا ہے -

دفاعی بونڈ | ہمارے ہاں بچت کی بہت سی سکیمیں ہیں ان میں سے ایک دفاعی بونڈ کی سکیم بھی ہے - ستمبر 1965ء میں بھارت نے پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا تھا، اس سے ہر شہری کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ ہمیں اپنا دفاع زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانا چاہیے - اس کے لیے حکومت نے دفاعی بونڈ کی سکیم جاری کی ہے - یہ سرٹیفیکیٹ 5 روپے سے لے کر 5 ہزار کی مالیت کے ہوتے ہیں - انہیں ڈاک خانوں، بنکوں یا حکومت کے مقرر کردہ ایجنٹوں سے خریدا جا سکتا ہے - حکومت ان پر آٹھ فی صد منافع دیتی ہے - اس رقم پر انکم ٹیکس بھی معاف ہوتا ہے - ضرورت کے وقت ان کو بہت آسانی سے بھنایا جا سکتا ہے - ضمانت کے روپیہ کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے - اگر یہ گم یا تلف ہو جائیں تو پرانے سرٹیفکیٹ کی جگہ نیا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے - اسی طرح حکومت نے قومی ترقی کے سیونگ سرٹیفکیٹ جاری کیے ہیں - ان پر چھ فی صد منافع ملتا ہے -

انعامی بونڈ | حکومت نے انعامی بونڈ کی سکیم بھی چلائی ہے۔ اس سکیم کا چرچا تو بچے بچے کی زبان پر ہے - اس میں حکومت کی طرف سے پانچ روپے اور دس روپے کے انعامی بونڈ جاری کیے

گئے ہیں ۔ تم انھیں کسی بھی بنک یا ڈاک خانے سے خرید سکتے ہو اور جتنی تعداد میں چاہو خرید سکتے ہو ۔ اگر بعد میں رقم کی ضرورت پڑ جائے تو ان کو واپس کر کے اپنی رقم بھی لے سکتے ہو ۔ ہر دوسرے ماہ کے بعد ان کی قرعہ اندازی ہوتی ہے ۔ جن کے نام کی پرچیاں نکل آتی ہیں ان کو بڑی بڑی رقموں کے انعام دے جاتے ہیں ۔

حکومت نے ترقی کے منصوبوں کے لیے سرمایہ جمع کرنے کے لیے قومی سرمایہ یونٹ کی سکیم بھی جاری کی ہے ۔ یہ سکیم انعامی بونڈ کی سکیم سے بھی زیادہ فائدہ مند ہے ۔ تم اس کے دس دس روپے کے جتنے یونٹ چاہو خرید سکتے ہو ۔ ان پر تمھیں سال بسال منافع ملتا رہے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یونٹ کی قیمت بھی بڑھتی جائے گی ۔ ان کے خریدنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کی آمدنی پر انکم ٹیکس معاف ہے ۔

بچت کے ٹکٹ | بچت یا کفایت کرنا بہت اچھی عادت ہے ۔ ہماری حکومت یہ چاہتی ہے کہ پوری قوم اس کی عادی ہو جائے ۔ اس لیے حکومت نے بچت کی بعض ایسی سکیمیں شروع کی ہیں جو خاص طور پر بچوں کے لیے بنائی گئی ہیں ۔ بچوں کے پاس زیادہ فالتو رقم تو ہوتی نہیں ان کو جیب خرچ ہی ملتا ہے اور وہ اس سے چٹپٹی چیزیں لے کر کھاتے ہیں جن سے ان کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے ۔ اگر وہ اس کے سیونگ اسٹامپ یا بچت کے ڈاک کے ٹکٹ خرید لیں تو ان کی رقم بھی محفوظ

ہو جاتی ہے اور آگے چل کر اس پر منافع بھی ملتا ہے ۔ بچت کے ٹکٹ پچیس پیسے ، پچاس پیسے اور ایک روپے کی قیمت کے ہوتے ہیں ۔ انہیں ڈاکخانے سے خریدا جا سکتا ہے ۔ ڈاکخانے سے سیونگ کارڈ مفت ملتا ہے ۔ تمہیں جو جیب خرچ ملتا ہے اس میں سے بچا کر بچت کے ٹکٹ خرید لو اور انہیں ایک ایک کر کے سیونگ کارڈ پر چسپاں کرتے جاؤ ۔ جب کارڈ پر دو روپے کی قیمت کے ٹکٹ ہو جائیں تو تم ان سے کسی ڈاکخانے کے سیونگ بنک میں اپنے نام سے حساب کھول سکتے ہو ۔ اگر تم نے پانچ یا دس روپے کے ٹکٹ اکٹھے کر لیے تو تم ان سے انعامی بونڈ یا دفاعی بونڈ خرید سکتے ہو ۔ اس طرح اگر بچے ان ٹکٹوں کے ذریعے تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہیں تو یہ ایک دن بڑی رقم ہو سکتی ہے ۔ اس سے یہ روپیہ محفوظ بھی رہتا ہے اور ملک اور قوم کے کام بھی آتا ہے ۔

سکول بنکاری کی سکیم | طلباء میں بچت کا شوق بڑھانے کے لیے سکول بنکاری کی سکیم بھی جاری کی گئی ہے ۔ اس سکیم کے تحت سکول کے طلباء خود بچت کی ایک انجمن بنا لیتے ہیں اور اسے کسی بنک کی نگرانی میں چلاتے ہیں ۔ بنک کا عملہ ان کے کام کی نگرانی اور رہنمائی کرتا ہے ۔ یہ سکیم بہت سے سکولوں میں نہایت کامیابی سے چل رہی ہے ۔

اگر تم اپنا روپیہ کسی بنک میں جمع کرانا چاہتے ہو تو تمہارے لیے ڈاکخانے کی بچت کا بنک بہت اچھا رہے گا ۔ اس

حساب کو تم اپنے بازار کے ڈاکخانے میں دو روپے سے کھول سکتے ہو ۔ اس کے بعد جب تم اپنے جیب خرچ میں سے ایک روپیہ بچا لو تو اسے جمع کرا سکتے ہو ۔ یہ بنک ایک روپے سے کم کی رقم جمع نہیں کرتا ۔ ڈاکخانے سے تمھیں بنک کی پاس بک ملے گی ۔ اس کے ایک خانے میں وہ تمام رقمیں درج کی جاتی ہیں جو تم جمع کراتے ہو اور اس کے مقابل کے خانے میں وہ رقمیں لکھی جاتی ہیں جو تم نکلواتے ہو ۔ اس طرح سے تمھارے روپے کا پورا حساب تمھارے سامنے رہتا ہے ۔ بنک سے منافع بھی ملتا ہے اور اس منافع پر حکومت کوئی انکم ٹیکس بھی نہیں لیتی ۔

سوالات

۱ ۔ بنک ملک اور قوم کی کیا کیا خدمات انجام دیتے ہیں ؟

۲ ۔ ہمارے ہاں قومی بچت کی کون کون سی سکیمیں ہیں ؟

۳ ۔ ان پر نوٹ لکھو ۔

سٹیٹ بنک آف پاکستان ۔ قومی انعامی بونڈ ۔

عملی کام

اپنے ساتھیوں سے معلوم کرو کہ وہ کس کس بچت سکیم میں حصہ لے رہے ہیں اور اس سے انھیں کتنا منافع ہوتا ہے ، ان کا چارٹ بنا کر اسے جماعت کے کمرے میں لٹکاؤ ۔

(ب) بیمہ

شہر میں کسی دکان کو آگ لگ جاتی ہے ، ہزاروں کا نقصان ہو جاتا ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا مالک تو ہمیشہ کے لیے تباہ ہو گیا ۔ لیکن دکان کے مالک کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ اس نے اپنی دکان کا بیمہ کرا رکھا تھا ۔ اسی طرح کسی شخص کی موت حادثے میں ہو جاتی ہے ۔ اس کے بیوی بچے بے سہارا رہ جاتے ہیں ، ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن بیمہ کمپنی ان کی مدد کرتی ہے ۔ اگر اس شخص نے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا ہو تو بیمہ کمپنی اس کے گھر والوں کو بیمہ کی رقم ادا کر دیتی ہے جس سے ان کی پریشانی دور ہو جاتی ہے ۔

بیمہ کیا ہے | آئیے ہم مطالعہ کریں کہ بیمہ کیا ہوتا ہے اور یہ ہر شخص کے لیے مفید کیوں ہے ۔ جب کوئی شخص بیمہ کراتا ہے تو بیمہ کمپنی ، بیمہ کرانے والے فرد کے ساتھ ایک معاہدہ کرتی ہے کہ وہ کمپنی کو سالانہ یا کسی مقرر مدت کے بعد کچھ رقم ادا کرتا رہے گا ۔ اس رقم کو پریمیم کہتے ہیں ۔ کمپنی موت ، آتش زدگی یا کسی حادثے کی صورت میں اتنی رقم ادا کرے گی جتنے کا بیمہ ہوا ہو گا ۔

اگر زندگی کا بیمہ ہے تو یہ رقم اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو مل جاتی ہے۔ اگر دکان، مکان، کار وغیرہ کا بیمہ ہے تو نقصان کی صورت میں کمپنی یہ رقم بیمہ کرانے والے کو ادا کر دیتی ہے۔

بیمے کی اقسام | ایک اچھے ملک میں لوگ ہر قسم کا بیمہ کراتے ہیں اور اس کے ذریعے آیندہ کے حادثات اور خطرات سے محفوظ ہو جاتے ہیں، مثلاً ایک شہری آتش زدگی کے خلاف اپنے مکان یا دکان کا بیمہ کراتا ہے، اپنی کار کا بیمہ کراتا ہے۔ اگر اس کی کار کسی حادثے میں خراب ہو جائے تو بیمہ کمپنی اس کی مرمت کراتی ہے یا ہرجانہ دیتی ہے۔ اگر وہ کہیں سفر کرتا ہے اور سفر کے دوران اپنی زندگی کا بیمہ کرا لیتا ہے۔ اگر اس سفر میں اس کی موت واقع ہو جائے تو کمپنی اس کے وارثوں کو بیمے کا روپیہ ادا کرتی ہے۔ اگر کہیں سامان بھیجنا ہے تو اس کا بھی بیمہ ہو سکتا ہے۔ اگر راستے میں سامان کو نقصان پہنچ جائے تو کمپنی اس نقصان کو پورا کرتی ہے۔ اگر وہ کارخانے کا مالک ہے تو اپنے ملازموں کی زندگی کا بھی بیمہ کراتا ہے، بعض لوگ اپنے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا بیمہ کراتے ہیں۔ اس صورت میں کمپنی اس بچے کی تعلیم کا خرچ ادا کرتی ہے۔ بعض صورتوں میں شہری کو قانون کی رو سے لازمی طور پر بیمہ کرانا پڑتا ہے، مثلاً اگر وہ کار خریدتا ہے تو اسے کار کا بیمہ کرانا ہوگا تاکہ اس کی کار سے کوئی زخمی ہو جائے تو عدالت اسے ہرجانہ دلا سکے۔

اسی طرح ہر کارخانہ دار کو مزدوروں کی زندگی کا بیمہ کرانا پڑتا ہے۔

فلاحی ریاستوں میں بیمہ | آج کل تو بیمے کا اصول اتنا مقبول ہو گیا ہے کہ فلاحی ریاستیں ہر شہری کا بیمہ کرتی ہیں۔ یہ تجارتی بیمہ نہیں بلکہ قومی بیمہ کہلاتا ہے۔ اس میں ملک کی حکومت ہر شہری کے لیے زندگی، صحت، جسمانی معذوری بڑھاپے یا بیکاری کا بیمہ کرتی ہے۔ دوسرے بیمے کی طرح اس کے لیے بھی پریمیم دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی کمی کو قومی خزانے سے پورا کیا جاتا ہے۔ اب ہم تمھیں بیمے کی چند قسموں کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بتاتے ہیں۔

زندگی کا بیمہ | کسی شخص کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اتنے سال ضرور زندہ رہے گا۔ ممکن ہے اُس کی موت بہت دیر سے واقع ہو یا وہ جلد دنیا سے اُٹھ جائے۔ اُس کی موت سے اس کے خاندان کو جو نقصان پہنچتا ہے، بیمہ اس کی تلافی کر دیتا ہے یا اس کی کمی کو ایک حد تک پورا کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص کی سالانہ آمدنی 3000 روپیہ ہے اور اُمید کی جاتی ہے کہ وہ ابھی چالیس سال اور زندہ رہے گا تو وہ اپنے خاندان کے لیے اس مدت میں کل ایک لاکھ بیس ہزار روپے کما سکے گا۔ یہ شخص اپنی زندگی کا بیمہ چالیس ہزار روپے میں کرا لیتا ہے۔

اس کے لیے اسے کمپنی کو سالانہ تھوڑی سی رقم دینا ہو گی۔ اگر اتفاق سے اس کی موت فوری طور پر واقع ہو جائے تو اس کا خاندان ایک لاکھ بیس ہزار کی رقم سے محروم ہو جائے گا مگر انھیں کمپنی کی طرف سے چالیس ہزار روپیہ ضرور مل جائے گا۔ اسی طرح سے ان کے گزارے کی صورت نکل آئے گی۔ اگر اس نے زندگی کا بیمہ نہ کرایا ہوتا تو یہ خاندان بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتا۔ اگرچہ لوگ بہت سی چیزوں کا بیمہ کراتے ہیں مگر ہمارے ملک میں زندگی کا بیمہ زیادہ مقبول ہے۔ اس کام کو بہت سی کمپنیاں کرتی ہیں لیکن ان کے مقابلے میں لوگ زیادہ تر ڈاکخانے میں بیمہ کراتے ہیں۔

آتش زدگی کا بیمہ | بیمہ کمپنیاں اس ضمن میں مکانات، دکانوں گوداموں، کارخانوں اور سنیما ہال وغیرہ کا بیمہ کرتی ہیں۔ بیمہ کرانے والا کمپنی کو پریمیم کی رقم ادا کرتا رہتا ہے اور آگ لگنے کی صورت میں کمپنی اس کے نقصان کی تلافی کر دیتی ہے۔

حادثات کا بیمہ | آج کل لوگوں کو سفر یا کارخانوں وغیرہ میں اکثر حادثات پیش آتے رہتے ہیں، اس لیے لوگ حادثات کا بیمہ بھی کراتے ہیں۔ اگر تم ہوائی جہاز سے سفر کر رہے ہو تو تم سفر کے ٹکٹ کے ساتھ حادثات کا بیمہ بھی کرا سکتے ہو۔ کارخانے دار ایسے مزدوروں کا جو مشینوں پر کام کرتے ہیں بیمہ کراتے ہیں۔ اسی طرح کام کرتے ہوئے ان کے جسم کا کوئی عضو بیکار ہو جائے تو بیمہ کمپنی اس کی تلافی کرتی

ہے اسی طرح تمام جسم یا جسم کے کسی عضو کا بیمہ کرایا جا سکتا ہے ۔ حادثات کے سلسلے میں موٹروں اور بسوں کا بھی بیمہ ہوتا ہے ۔

ہر اچھی حکومت اپنے شہریوں کو بیمے کی آسانیاں بہم پہنچانے کی کوشش کرتی ہے اور اس کے لیے وہ بیمہ کمپنیوں کو بھی آسانیاں بہم پہنچاتی ہے ۔ حکومت نے ان کی ترقی کے لیے پاکستان انشورنس کارپوریشن کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہوا ہے ۔ حکومت ان کمپنیوں کو بعض ٹیکسوں میں بھی رعایت دیتی ہے ۔ یہ کمپنیاں ملکی ترقی کے لیے بڑی مفید ہیں ۔ بیمہ کمپنیاں اپنے سرمائے کو ترقیاتی منصوبوں میں لگاتی ہیں اور اس طرح ملک کی پیداوار میں اضافہ کرتی ہیں ۔

سوالات

۱ - بیمہ کرانے کے کیا کیا فائدے ہیں ؟

۲ - ایک دکاندار کس کس قسم کے بیمے کرا سکتا ہے ؟

۳ - بیمے کی کون کون سی اقسام ہیں ؟ ہمارے ہاں ان میں سے کون سی قسم زیادہ رائج ہے ؟

عملی کام

کسی بیمہ کمپنی کے دفتر میں جا کر ان سے بیمہ کرانے کے طریقے معلوم کرو ۔ انھیں اپنے ساتھیوں اور گھر والوں کو بھی سمجھاؤ ۔

(ج) انجمن امداد باہمی

پاکستان بننے سے پہلے ہمارے ہاں ہندو ساہوکار ہوتے تھے - کسان کو روپے کی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے قرضہ لے لیتا تھا - یہ لوگ بھاری سود پر قرضہ دیتے تھے - اکثر اوقات سود کی شرح اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ ساری عمر نہ سود ادا ہوتا تھا نہ اصل ، بلکہ کبھی کبھی پوری جائداد ہی سود کی ادائیگی میں ختم ہو جاتی تھی -

پہلے پہل امدادی انجمنیں کسانوں کو قرضے کے بوجھ سے بچانے کے لیے بنائی گئیں - دیہات میں بعض کسانوں کی حالت اچھی ہوتی تھی مگر وہ اپنا روپیہ زمین میں چھپا دیتے تھے - قرضے کی تعاونی انجمن نے یہ روپیہ ان سے لے کر انجمن کے خزانے میں جمع کرا دیا - پہلے یہ روپیہ بے کار پڑا تھا ، اب اس پر منافع ملنے لگا - ادھر انجمن نے اسی روپے کو ضرورت مند کسانوں کے ہاتھ قرض پر دے دیا - اسی طرح دونوں کو فائدہ ہوا - روپے والے کو منافع ملنے لگا اور ضرورت مند کسانوں کو کم شرح پر قرض - پرانے ساہوکار کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ قرض کا بوجھ آہستہ آہستہ اتنا بڑھ جائے کہ وہ کسان کی ساری جائیداد قرق کرا لے ، لیکن انجمن کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرض کا بار کم ہوتا جائے - جب فصل کے موقع پر کسان کے ہاں غلہ آ جاتا ہے تو انجمن اسے قرضے کا کچھ حصہ واپس کرنے پر زور دیتی ہے - اس طرح آہستہ آہستہ قرضہ ادا ہو جاتا ہے - یہ انجمنیں ہمارے کسانوں میں بہت مقبول ہو رہی ہیں -

باہمی اتحاد کا اصول | ان انجمنوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا نام ہی امداد باہمی کی انجمن ہے۔ یعنی اس میں کچھ لوگ آپس میں مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اس طرح سے ایک دوسرے پر اعتماد بڑھتا ہے، جب وہ اس انجمن کے ذریعے آپس میں مل جل کر کام کرنا سیکھ جاتے ہیں تو ان کا یہ جذبہ اور ترقی کرتا ہے اور معاشرے کی خدمت کے دوسرے کاموں میں بھی اسی جذبے سے کام کرنے لگتے ہیں۔

ان انجمنوں کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے کم سرمایہ والے لوگ بھی بڑے بڑے کاروبار چلا سکتے ہیں۔ حصے داروں کا تھوڑا تھوڑا سرمایہ مل کر بڑی رقم ہو جاتی ہے اور سب مل کر کام کرتے ہیں تو ایک سرمایہ دار سے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ انجمنیں سرمایہ داروں کی اجارہ داری کو ختم کرتی ہیں۔ ان انجمنوں کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ انجمن کے انتظام میں ہر حصہ دار برابر کا شریک ہوتا ہے۔ خواہ اس کا سرمایہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، اس کا ووٹ ضرور ہوتا ہے۔ انجمن کے فیصلے رائے شماری سے طے پاتے ہیں۔ اس طرح سے ان کا انتظام جمہوری آصولوں پر چلتا ہے اور ہر حصے دار کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ انجمن کے چلانے میں اس کا بھی حصہ ہے۔ اس کے علاوہ حصے دار کا جتنا سرمایہ ہوتا ہے اسی نسبت سے اس کو منافع بھی ملتا ہے۔ گویا زیادہ سرمائے والے کو منافع تو زیادہ ملتا ہے لیکن انجمن کے انتظام میں اس کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔

امداد باہمی کی انجمنیں | ہمارے ہاں انجمن امداد باہمی کا ایک محکمہ موجود ہے۔ اس کا ایک رجسٹرار ہے، جب دس یا دس سے زیادہ افراد مل کر کسی مقصد کے لیے کوئی انجمن بنانا چاہتے ہیں تو وہ رجسٹرار کے دفتر میں اس کی رجسٹری کرا لیتے ہیں۔ انجمن کے حصہ دار اپنے حصے کی رقم انجمن میں جمع کرا دیتے ہیں۔ اگر انھیں اپنا کاروبار چلانے کے لیے مزید رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ان بنکوں سے قرضہ لے سکتے ہیں جو اس مقصد کے لیے بنائے گئے ہیں، انھیں انجمن امداد باہمی کے بنک یا کواپریٹو بنک کہتے ہیں۔

ان کے مقاصد | آج کل امداد باہمی کی انجمنیں بہت سے مقاصد کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ تم نے کواپریٹو سٹور کا نام تو سنا ہوگا، تمھارے سکول میں بھی طلباء کا کواپریٹو سٹور ہو گا۔ اس سے پہلے تم اپنی کتابیں اور کاپیاں وغیرہ بازار سے خریدتے تھے۔ وہ مہنگی بھی ہوتی تھیں اور اتنی اچھی بھی نہیں ہوتی تھیں۔ سٹور سے چیزیں سستی بھی ملتی ہیں اور اچھی بھی۔ اس سٹور کو طلباء اور اساتذہ مل کر چلاتے ہیں۔ سٹور چلانے کے لیے سب سے پہلے امداد باہمی کی انجمن بنی۔ اس کے ممبروں نے آپس میں حصے ڈال کر اس کا سرمایہ بنایا۔ اس سرمائے سے طلباء کی ضرورت کی چیزیں بڑی مقدار میں یعنی تھوک کے بھاؤ خریدی گئیں۔ اس لیے سستی ملیں۔ اب انھیں انجمن کی دکان کی طرف سے بیچا جا رہا ہے۔ چونکہ منڈی سے یہ چیزیں بہت

سستی ملتی ہیں اس لیے سٹور ان کو بازار کی نسبت سستا بیچتا ہے - سال بھر کے بعد اس کا حساب کیا جاتا ہے اور ہر حصہ دار کو اس کے حصے کے مطابق منافع دیا جاتا ہے - اس طرح سے طالب علموں کو چیزیں بھی اچھی اور سستی ملتی ہیں اور وہ مل جل کر کام کرنے کا طریقہ بھی سیکھتے ہیں - بڑھتی ہوئی گرانی کو روکنے کے لیے حکومت اب صارفین یا خریداروں کی انجمنیں بنانے پر خاص توجہ دے رہی ہے اور بہت سے سٹور کھل رہے ہیں -

ان انجموں کی ضرورت | ہمارے ملک میں ایسی انجمنوں کی جتنی ضرورت آج ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی - ہمیں آج بعض بڑے بڑے مسائل در پیش ہیں - مثلاً ہمارے ہاں خوراک کی کمی ہے - ہمیں زمین سے زیادہ سے زیادہ خوراک حاصل کرنے کی ضرورت ہے - ہماری آبادی بڑھتی جا رہی ہے اس کے لیے ہمیں روز مرہ کی ضرورت کی چیزیں بھی زیادہ تعداد میں مہیا کرنی ہیں - اس کے لیے ہمیں چھوٹی صنعتوں کو بھی ترقی دینا ہے - بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے رہائش اور دوسری آسانیوں کا انتظام بھی کرنا ہے - ہمارے ہاں شہروں کے باہر نئی بستیاں بسائی جا رہی ہیں - ان کو بھی اچھے طریق پر بسانا اور بنانا ہے - یہ سب کام ، مل جل کر کرنے ہیں اور تعاونی انجمنوں کے علاوہ ان کو اچھی طرح کرنے کا کوئی اور طریق نہیں - ہم ان میں سے چند ایک کا جائزہ لیتے ہیں -

قرضے کی تعاونی انجمنیں | ہمارے ہاں سب سے پہلے قرضے کی انجمنیں شروع ہوئی تھیں - انھوں نے دیہی علاقوں میں بہت کام کیا - ان کے ذریعے ہمارے کسان ہندو ساہو کاروں کے پنجے سے محفوظ ہو گئے - دس یا اس سے زیادہ افراد انجمن قائم کر سکتے ہیں - یہ انجمنیں اپنا سرمایہ دو طریقوں سے مہیا کرتی ہیں - ایک تو ہر حصہ دار اپنے حصے کی رقم انجمن میں جمع کراتا ہے - اس کے علاوہ لوگ انجمن کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھتے ہیں - انجمن کے ممبر اپنی ممبری کی فیس دیتے ہیں - یہ رقم بھی انجمن کے خزانے میں جمع ہوتی رہتی ہے - جو انجمن اچھا کام کرتی ہے اس کی ساکھ بڑھ جاتی ہے اور اسے صوبائی یا دوسرے کواپریٹو بنکوں سے قرضہ بھی مل سکتا ہے -

پاکستان سے پہلے کسان لوگ ان انجمنوں سے شادی بیاہ یا مقدمہ بازی کے لیے ہی قرضہ لیتے تھے - لیکن اب یہ انجمنیں کسانوں کو زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے قرضہ دیتی ہیں - وہ اس روپے سے اچھی کھاد اور اعلیٰ قسم کے بیج خریدتے ہیں - پرانے ہلوں کی جگہ ٹریکٹر حاصل کرتے اور ٹیوب ویل لگاتے ہیں -

تعاونی فروخت کی انجمنیں | ہمارے ہاں اکثر کسان فصل نکلتے ہی بیچ دیتے ہیں - اس وقت بھاؤ کم ہوتا ہے - اس لیے کسان کو اس وقت بیچنے میں زیادہ فائدہ نہیں ہوتا - پیداوار کو منڈی تک پہنچانے میں بھی کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے - پھر منڈی کے آڑھتی کو بھی معقول کمیشن

دینا ہوتا ہے۔ اس طرح سے کسانوں کو خود فروخت کرنے میں ہر طرح نقصان رہتا ہے۔ اب کسانوں میں پیداوار کے فروخت کرنے کی انجمنیں بہت مقبول ہو رہی ہیں۔ اس کے حصے دار خود کسان ہوتے ہیں۔ یہ انجمن کسانوں کی پیداوار کو فصل کے موقعے پر خرید کر گوداموں میں جمع کر دیتی ہے۔ جب بھاؤ چڑھ جاتا ہے تو اس وقت فروخت کرتی ہے، اس سے جو منافع ہوتا ہے وہ حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ایک تو پیداوار اچھے داموں بک جاتی ہے۔ دوسرے کسان آڑھتیوں کی دست برد سے بچ جاتے ہیں۔ اسی طرح کسان خرید کی انجمنیں بھی بناتے ہیں اور کھاد اور اچھے بیجوں کی بڑی مقدار، سستے داموں خرید کر اسے مناسب قیمت پر کسانوں کو مہیا کرتے ہیں۔

تعاونی کاشت کی انجمنیں ہمارے یہاں کسانوں کے پاس تھوڑی تھوڑی زمین ہے، اس کے لیے نہ تو کوئی ٹریکٹر خرید سکتے ہیں اور نہ ہی ٹیوب ویل لگا سکتے ہیں۔ بعض ملکوں میں کسانوں میں تعاونی کاشت کی انجمنیں بہت مقبول ہیں۔ اب ہمارے ہاں بھی ان کا رواج چل نکلا ہے۔ اس میں چھوٹے کسان مل کر ایک انجمن بنا لیتے ہیں اور اپنی زمینوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو ملا کر ایک کر لیتے ہیں۔ اس بڑے رقبے کے لیے انجمن اپنی طرف سے ٹریکٹر اور دوسرے آلات زراعت خرید لیتی ہے۔ جو کسان اس رقبے میں خود کام کرتے ہیں، انھیں انجمن سے روزانہ کام کی مزدوری ملتی ہے۔

سال کے آخر میں پیداوار کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوتی ہے - اسے انجمن کے ممبروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے - کسان کی جتنی زمین ہوتی ہے اس کو اسی نسبت سے حصہ ملتا ہے -

تعاونی سٹور | اسی طرح شہروں میں تعاونی انجمنیں بڑے بڑے سٹور چلا رہی ہیں جن میں روز مرہ ضرورت کی چیزیں ملتی ہیں - ان کے خریدار خود سٹور کے حصے دار ہوتے ہیں ، اس طرح انھیں ایک تو چیزیں سستی ملتی ہیں دوسرے سال کے آخیر میں منافع بھی ملتا ہے - ہمارے ملک میں تعاونی انجمنیں چھوٹی چھوٹی صنعتیں بھی چلا رہی ہیں ، بلکہ کہیں کہیں تو اُنھوں نے اپنے کارخانے بھی قائم کر لیے ہیں -

اسی طرح ہمارے ہاں آج کل شہروں کے باہر نئی بستیاں بسائی جا رہی ہیں - لوگ ان کے بنانے کے لیے تعاونی انجمنیں بنا لیتے ہیں جن کے ذریعے سڑکوں ، نالیوں ، آب رسانی اور سکولوں کا انتظام کرتے ہیں - اگر یہ انجمنیں نہ ہوتیں تو یہ سب کام حکومت کو کرنے پڑتے - اس طرح یہ انجمنیں حکومت کا ہاتھ بھی بٹاتی ہیں -

سوالات

۱ - امداد باہمی سے کیا مراد ہے ؟ یہ انجمنیں کسانوں کی کس طرح امداد کرتی ہیں ؟

۲ - ان انجمنوں سے کسان کس کس قسم کے کام لے سکتے ہیں؟

۳ - تم اپنے سکول میں انجمن امداد باہمی کیسے چلاؤ گے ؟

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان:
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد
پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

5763

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت
اپریل 1973	دوئم	12000	1.48